شمارہ نمبر ۱۷ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — اکتوبر ۲۰۲۳ء

وقل جآء الحق وزھق الباطل‘ ان الباطل کان زھوقا

مجلّہ — پشاور

راہ ہدایت

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

(واٹس ایپ رابطہ نمبر:03428970409)

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد　　یااللہ مدد　　عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

بفیضان

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المحققین حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجلہ　　**پشاور**

راہِ ہدایت

بیاد

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ

مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ

زیرسرپرستی

متکلم اسلام حضرت مولانا سجاد الحجابی دامت برکاتہم

مناظر اسلام حضرت مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہ

حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی الحنفی صاحب حفظہ اللہ

محقق اہل سنت حضرت مولانا مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ

مناظر اسلام مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی محمد وقاص رفیع حفظہ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمد طلحہ صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا محمد محسن طارق الماتریدی حفظہ اللہ

حضرت مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

مدیراعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

فہرست مضامین

=÷=

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

امام اہل سنت شیخ سر فراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ کی ایک عبارت کی وضاحت

اہل سنت والجماعت اشاعرہ ماتریدیہ کا صفات باری تعالی (یعنی صفات تشابہات) کے متعلق موقف یہ ہے کہ ان صفات کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ہمیں معلوم نہیں۔ اس مسلک کے قایلین متقدمین کہلاتے ہیں اور یہ اصل مذہب ہے ہاں جب ان تشابہات کا ایسا معنی لیا جارہاہوں جس سے عوام کے ذہن میں تشبیہ و تجسیم بٹھانا غرض ہو تو وہاں ہم تاویل تفصیلی کرتے ہیں جو متاخرین اہل سنت کا مذہب ومسلک ہے۔ ترمذی شریف کے شروحات میں ایک شرح امام اہل سنت والجماعت شیخ سر فراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے خزاین السنن کے نام سے۔ ترمذی کی مشہور حدیث، حدیث النزول کی شرح میں حضرت اقدس رح نے ایک عبارت ذکر کیا ہے جس سے غیر مقلد دھوکہ دیتے ہیں۔ پہلے عبارت ملاحظہ کریں۔ اس کے بعد توضیح۔

حضرت اقدس رحؒ لکھتے ہیں کہ

> "پروردگار عزوجل کے نزول وغیرہ کے متعلق ایک مسلک متقدمین کا ہے کہ نزول سے حقیقت نزول مراد ہے مگر کیفیت ہم نہیں جانتے۔ اسی طرح سمع، بصر، ید، استواء علی العرش کے متعلق متقدمین کا مسلک یہی ہے۔
>
> (خزائن السنن 153/1)

اب غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آپ کے امام اہل سنت لکھتے ہیں نزول سے حقیقت نزول مراد ہے مگر کیفیت مجہول ہے اسی طرح تمام صفات میں حقیقی معنی معلوم ہے البتہ کیفیات مجہول ہے۔ اور یہی ہم بھی کہتے ہیں تو ہمیں آپ مشبہہ اور مجسمہ کہتے ہیں اور خود اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں۔ لیکن امام اہل سنتؒ کی اس عبارت کو آدھا پیش کرتے ہیں اور آدھے کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کرتے ہیں کیونکہ آگے امام اہل سنتؒ کی عبارت میں خود اہل سنت کی ترجمانی موجود ہے اور شیخ کی عبارت میں خود اس عبارت کی وضاحت موجود ہے۔

امام اہل سنتؒ نے آگے شاہ ولی اللہؒ، محدث العصر انور شاہ کشمیریؒ اور صاحب تحفۃ الاحوذی مبارکپوریؒ صاحب کی عبارات اپنی تائید میں پیش کیے ہیں۔ مولانا مبارک پوری صاحب کی عبارت ملاحظہ کریں خزائن السنن

=÷=

کے حوالے سے۔

" مبارک پوری تخفة الاحوذی 1/333 میں لکھتے ہیں : **وقد اختلف فی معنی النزول علی اقوال فمنهم من حمله علی ظاهره وحقيقته وهم المشبه تعالى الله عن قولهم ۔ومنهم من انكر صحة الاحاديث الواردة فی ذالک جملة وهم الخوارج والمعتزلة وهومكابرة۔ومنهم من اوله ومنهم من اجراه على ماورد مومنابه على طريق الاجمال منزها لله تعالى عن الكيفية والتشبيه ،وهم جمهورالسلف"**

(خزائن السنن 1/153)

اس عبارت میں امام اہل سنت نے مبارک پوری صاحب کی عبارت من و عن نقل کیا ہے اور کسی قسم کی تنقید یا تردید نہیں کیا ہے۔ کسی صاحب تصنیف کی رائے بلا تنقید و تردید کی نقل کرنا خود ناقل کی مذہب ورائے شمار کی جاتی ہے۔ مبارک پوری صاحب کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ

نزول کے معنی میں اختلافی اقوال موجود ہیں۔ بعض حضرات تو وہ ہیں جو ان صفات کو ظاہری اور حقیقی معنی پر حمل کرتے ہیں اور یہ مشبہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان ظاہری اور حقیقی معنی لینے سے پاک ہیں۔ بعض وہ ہیں جو ان احادیث کا سرے سے انکار کرتے ہیں تو یہ خوارج اور معتزلہ کا مذھب ہے۔ لیکن ان احادیث سے انکار محض مکابرہ ہے۔ بعض حضرات تاویل کرتے ہیں اور بعض وہ ہے جو اجمالی طور پر ان صفات کے ظاہر پہ ایمان رکھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کو تشبیہ اور کیفیات سے پاک مانتے ہیں۔ انتھی الترجمہ

اب دیکھیے مبارک پوری صاحب کی ان عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کا ظاہری اور حقیقی معنی لینے والا مشبہہ ہے۔ تو کس طرح امام اہل سنتؒ کی اوپر والی عبارت میں حقیقی معنی سے ظاہری عرفی والا حقیقی مراد ہے قطعاً نہیں۔ بلکہ امام اہل سنتؒ نے جو لکھا ہے کہ حقیقی معنی ثابت ہے تو یاد رکھیں حقیقی معنی دو قسم پر ہیں یا یوں کہہ لیں کہ حقیقت دو قسم پر ہیں۔

1) حقیقت متعارفہ

2) حقیقت غیر متارفہ

=÷

حقیقت متعارفہ مثلاً ید کا معنی حقیقی جارحہ اور عضووانداام ہے اور یہ اس کا مشہور معنی ہے اور یہی ید کا حقیقت متعارفہ ہے۔لیکن اس حقیقت مشہورہ کے علاوہ ید باری کا ایک اور معنی حقیقی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قایم ہے ۔جو حقیقت غیر متعارفہ ہے۔۔صرف امام اہل سنت شیخ صفدر رحمہ اللہ نہیں بلکہ کئی دیگر اکابرین کے عبارات میں یہ جملہ موجود ہیں کہ ان صفات کا حقیقی معنی ثابت ہے تو ان سب کا مراد یہی حقیقت غیر متعارفہ ہے۔مثلاً امام اہل سنتؒ نے عرف شذی کے حوالے سے حضرت کشمیریؒ کی عبارت نقل کیا ہے

"فالحاصل ان نزول الباری الی السماء الدنیا نزول حقیقة یحمل علی ظاہرہ"

(خزائن السنن 1153)

تو یہاں شاہ صاحب کی عبارت میں بھی نزول کا حقیقی معنی ثابت ہے کہ مطلب یہی ہے کہ اس حقیقت مشہورہ کے علاوہ ایک اور حقیقت غیر مشہورہ ومتعارفہ ہے جو باری تعالی کے لیے ثابت ہے۔ورنہ تناقض لازم آئے گا کیونکہ نیچے مبارک پوری صاحب کی عبارت میں یہ بات موجود ہے کہ ان صفات کا ظاہری وحقیقی معنی ماننا مشبہہ کا مذہب ہے۔

نوٹ: یہاں حضرت کشمیریؒ کی عبارت میں یہ جملہ بھی موجود ہے کہ **"یحمل علی ظاہرہ"** کہ ان صفات کو ظاہری معنی پر حمل کرنا چاہیے۔جبکہ ظاہری معنی لینا بقول ابن حجرؒ کا تجسیم ہے۔تو حضرت کشمیریؒ یا ابن حجرؒ یا امام نوویؒ یا دیگر اکابر کی عبارات میں جو اہل سنت کے بزرگ ہے اور ماتریدی یا اشعری مذہب رکھتے ہیں ان کی عبارات میں یہ کلمہ آجائے کہ ان صفات کو ظاہری معنی پر حمل کرنا چاہیے تو ان سے مراد کیا ہے وضاحت کر دیتا ہوں کیونکہ اشاعرہ وماتریدیہ تو خود ظاہری عرفی معنی کی نفی کرتے ہیں۔یاد رکھیں کہ ظاہر کے لفظ کے دو مطلب ہیں۔

ا: پہلا مطلب یہ ہے کہ ان عبارات میں ظاہر سے مراد معنی ظاہر نہیں بلکہ نص میں موجود لفظ ہے جسے اس کے معنی کے مقابلے میں ظاہر کہا گیا ہے کہ اس کے معنی مراد کا علم پوشیدہ ہے جسے اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔۔لہذا **الاجراء علی الظاہر یا یحمل علی ظاہرہ یا الامرار علی الظاہر یا الامضاء علی الظاہر** سب کا مطلب یہ ہے کہ ان کے الفاظ جو ظاہر ہیں انہیں باقی رکھا جائے۔اور ان میں تفصیلی تاویل نہ کی جائے جیسا کہ متقدمین کا مذہب ہے۔

=÷

۲: دوسرا مطلب یہ ہے کہ ظاہر دو قسم پر ہیں۔ نمبر ایک جو خفی کے مقابلے میں آتا ہے اور غیر مقلدین ظاہر سے یہی مراد لیتے ہیں نمبر دو جو غریب کے مقابلے میں آتا ہے جیسے ہم کہتے ہیں یہ ظاہر الروایہ ہے۔ تو جن اکابر کی عبارت میں آیا ہے کہ ظاہر مراد ہے تو ظاہر الروایہ مراد ہو گا نہ کہ وہ ظاہر جو خفی کے مقابلے میں آتا ہے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ نے جو یہ لکھا ہے کہ کیفیت ہم نہیں جانتے تو یہ جملہ کیفیت کے نفی پر حمل ہیں۔ اس پر کئی قرینے ہیں۔ مثلاً حضرت الشیخ کٹر حنفی ہے اور احناف ماتریدی ہیں اور سب اہل سنت چاہے اشعری ہو یا ماتریدی ہے اللہ تعالیٰ سے کیفیات کی نفی کرتے ہیں کیونکہ کیفیات اجسام کے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ومنزہ ہے۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"فان الصورة تقتضی الکیفیة وھی عن اللہ وعن صفاتہ منفیة"

(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی 296)

یعنی ہمارا رب ذی صورت نہیں ہے کیونکہ صورت و شکل کیفیت کا تقاضہ کرتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے کیفیت منفی ہے۔

دوسرا قرینہ خود امام اہل سنت کی عبارت ہے لکھتے ہیں کہ "**منزہ اللہ تعالی عن الکیفیة والتشبیہ**" کہ ہم ان صفات پر ایمان رکھتے ہیں اور اجمالی طریقہ سے اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تشبیہ اور کیفیت سے منزہ ہے تو یہاں امام اہل سنت رحمہ اللہ نے خود کیفیت کی نفی کی ہے۔ لہذا اوپر والا عبارت بھی اسی پر محمول ہے۔

=÷=

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، مدیر اعلی مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ (دوسری اور آخری قسط)

صحیفہ اہلِ حدیث کا مطالعہ

عقیدہ خلق قرآن

مولانا عبد اللہ لائل پوری لکھتے ہیں:

”حوالہ جات بالا سے صاف عیاں ہے کہ تلاوت و قرآت بمعنیٰ مصدری مخلوق ہیں اور بمعنیٰ مفعولی غیر مخلوق۔ لیکن فاضل ایڈیٹر اہلِ حدیث مفعولی معنی کو مخلوق خیال فرماتے۔ ملاحظہ ہو مظالم روپڑی صفحہ ۱۶ اھدبا بصہ جو چیز لکھی اور پڑھی جاوے وہ مخلوق ہیں۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۶۰ھ ماہِ ربیع الاول صفحہ ۲۶)

”فاضل ایڈیٹر اہلِ حدیث“ سے مراد مولانا ثناء اللہ امرتسری ہیں اور مظالم روپڑی انہی کی کتاب ہے۔ یہ کتاب ”رسائل اہلِ حدیث“ جلد اول میں شامل ہے۔

اس عبارت میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ خلق قرآن یعنی قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں۔

جہمیہ معتزلہ...

لائل پوری صاحب آگے لکھتے ہیں:

”مولوی ثناء اللہ امرتسری کی خدمت میں بادب عرض... آپ اپنے فتوے پر نظر ثانی فرما کر محدثین سلف کی روش اختیار فرماویں اور جہمیہ و معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کا طریقہ چھوڑ دیں۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۶۰ھ ماہِ ربیع الاول صفحہ ۲۶)

اس عبارت میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے متعلق چند باتوں کا انکشاف ہے:

۱۔ امرتسری صاحب کو محدثین کی روش اپنانے کی تعلیم ہے۔

۲۔ ان کو اسلاف کی روش اختیار کرنے کی تاکید ہے۔

۳۔انہیں معتزلہ کے طریقہ کو چھوڑنے دینے کی گزارش ہے۔
۴۔اسی طرح انہیں جہمیہ کے راستہ کو بھی ترک کی تلقین ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر فتویٰ بازی

مولانا عبد اللہ لائل پوری صاحب لکھتے ہیں:

”یہی وہ [خلق قرآن (رب نواز)] مسئلہ ہے کہ جس کی وجہ سے علماء سلف نے امام ابو حنیفہؒ کو مشرک کا فتویٰ لگادیا تھا حتی کہ امام ابو یوسفؒ کی لگاتار دو ماہ کی کوشش سے امام صاحب رجوع فرمالیا۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۶۰ھ ماہِ ربیع الاول صفحہ ۲۷)

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔اس کی تائید میں بندہ نے غیر مقلدین کی متعدد عبارات اپنی کتاب ”غیر مقلدین کا امام ابو حنیفہ کو خراجِ تحسین“ میں نقل کر دی ہیں۔

غیر صحابی کے لیے ”رضی اللہ عنہ“ کا جملہ

صحیفہ میں لکھا ہے:

”حضرت مولانا عبد الوہاب صاحب رضی اللہ عنہ“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۶۰ھ ماہِ ربیع الاول صفحہ ۳۲)

غیر مقلدین کسی کتاب میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ ”رضی اللہ عنہ“ کا جملہ دیکھ لیں تو تلملا اُٹھتے ہیں جب کہ وہ خود کئی بزرگوں اور اپنے علماء کے لیے یہ جملہ لکھ چکے ہیں کئی حوالے بندہ نے اپنی کتاب ”فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع“ میں نقل کر دیئے ہیں اور ایک حوالہ اوپر مذکور ہوا۔

محدث لاثانی... قابل اتباع

غرباء اہلِ حدیث کے امام عبد الستار صاحب اپنے والد کے متعلق لکھتے ہیں:

”عالم متبحر، محدث لاثانی ... کی زندگی کے شاندار، قابل اتباع کارنامے ضبط کئے جائیں تاکہ آنے والی سعید روحیں اُس سے مستفیض ہوں۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۶۰ھ ماہِ ربیع الاول صفحہ ۳۲)

=÷=

انہیں ”محدث لا ثانی“ کہنے میں مبالغہ ہے یا نہیں ؟اس کے متعلق خود غیر مقلدین کی عبارات پڑھ لینا کافی ہیں جو اُن کے خلاف لکھی گئی ہیں۔

مزید یہ کہ اس عبارت میں مولانا عبد الستار صاحب کو قابل اتباع کہا گیا ہے۔ غیر مقلدین ائمہ اربعہ کو قابلِ اتباع نہیں مانتے اس لیے ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ فرق بتائیں کہ ائمہ اربعہ قابلِ اتباع کیوں نہیں اور مولانا عبد الستار غیر مقلد قابلِ اتباع کیوں ہے ؟

حیرت انگیز

صحیفہ میں لکھا ہے:

”استنبول کے قریب ایک ترک مسمی مصطفی ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ سن رسیدہ انسان ہے۔اس وقت عمر ۱۷۴ سال کے قریب ہے لیکن وہ جوانوں کی طرح مستعد نظر آتا ہے۔ اس نے گذشتہ سال گیارہویں شادی کی ہے۔اس سے پہلے اس کی دس بیویاں مر چکی ہیں۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۵۸ ۱۳ھ ماہِ شعبان صفحہ ۲۶)

اگر اس طرح کی بات غیر مقلدین کے مخالفین کسی کی کتاب میں لکھی ہوتی تو اس کا کیسے مذاق اُڑایا جاتا؟

مُرَوّجہ فقہ

مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”علم فقہ قرآن و حدیث ہے، اور سب صحابہ فقہاء تھے۔ مروجہ فقہ بدعت ہے“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۱۸)

اس عبارت میں قرآن و حدیث کو علم فقہ کہا گیا ہے۔لہذا فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے والے نعرے پہ نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ یا پھر اس کا صحیح اور حقیقی مصداق غیر مقلدین کی فقہ ہے۔

”مروجہ فقہ بدعت ہے“ اس مروجہ فقہ میں علامہ وحید الزمان کی کتابیں نزل الابرار من فقہ النبی المختار اور نواب صدیق حسن خان کی کتاب ”الروضۃ الندیۃ“ بھی شامل ہیں یا نہیں ؟ فقہی مسائل پر لکھی گئیں کتب

=÷=

غیر مقلدین کا استثناء کس دلیل ہے ؟مزید یہ کہ مروجہ فقہ پر تو بدعت کا فتوی لگا دیا مگر دیگر علوم: مروجہ اصول حدیث، مروجہ فن اسماء الرجال، مروجہ صرف و نحو اور لغت و بلاغت وغیرہ کا حکم بھی بیان کر دیتے۔

ابو ہریرہ فقیہ ہے

صحیفہ میں لکھا ہے:

"اصول الشاشی وغیرہ کتب اصول فقہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کو غیر فقیہ قرار دیا ہے حالاں کہ دیگر کتب میں اس کی تردید ہے... شرح مسلم الثبوت...، قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار... ، چلپی حاشیہ توضیح، ظفر الامانی لمولانا عبد الحی...، فصول الحواشی شرح اصول الشاشی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کو فقیہ تسلیم کیا گیا ہے"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۳۰)

چلو آپ نے تردیدی بیان بھی نقل کر دیا۔

امام صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ

عبد الرزاق صاحب (منڈی پان صدر بازار دہلی) لکھتے ہیں:

"معبود برحق اللہ عزوجل کی جناب میں دعا کرتا ہوں کہ اس جماعت غرباء قائم کردہ امام صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کو قیامت تک قائم رکھے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۲۸)

یہاں غیر صحابی کے لئے "رضی اللہ عنہ" کا جملہ لکھا گیا ہے۔ آگے بھی اس طرح کی عبارت مذکور ہو گی ان شاء اللہ۔

تھیٹر کی تفریح

صحیفہ میں لکھا ہے:

"ایک حضرت مولانا جو پچھلے دنوں میں "جماعت غرباءِ اہلِ حدیث" سے نکل کر حمیدیہ پارٹی میں جا ملے تھے۔ ڈاڑھی پر مولویت کا حجاب ڈالے ہوئے تھیٹر کی تفریح فرما رہے۔ پنجابی لڑکے پیچھے بیٹھے ہوئے اُن سے کہہ رہے ہیں: "مولانا صاحب! تھیٹر اور آپ؟ بڑی غیرت کی

بات ہے۔ آپ تو بڑے پارسا بن کر امامیہ جماعت کی بُرائی میں بڑے زور و شور کے ساتھ اشتہار نکال رہے تھے۔ (مولانا صاحب حجاب اُٹھا کر فرماتے ہیں) اچھا بھائی! جو تمہارے جی میں آئے کہہ لو۔ میں نے تو مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتوے پر جو بائیسکوپ دیکھنے کے جواز کے بارے میں ہے عمل کیا ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۲۸)

غرباء والے بھی اہلِ حدیث ہونے کے مدعی ہیں اور حمیدیہ پارٹی بھی مدعیان اہلِ حدیث کی ہے۔ تھیٹر دیکھنے والا مذکورہ بندہ اہل حدیث کہلوانے والوں کا ایک فرد ہے۔ اس عبارت میں غیر مقلد کے متعلق یہ بھی مذکور ہے کہ انہوں نے امرتسری صاحب کے فتوی پر عمل کیا، جب کہ دعویٰ یہ ہے کہ اہل حدیث امتیوں کے فتاوی پہ نہیں، قرآن وحدیث پر عمل کیا کرتے ہیں۔

ماموریت کی نکیل

صحیفہ میں اس عبارت کے فوراً بعد لکھا ہے:

"ناظرن کرام! دیکھا۔ یہ ہیں امام جماعت سے علیحدہ ہو کر آزاد پارٹیوں میں شامل ہونے کے بد نتیجے۔ مولانا صاحب جب جماعت میں داخل تھے تو ماموریت کی نکیل ناک میں پڑی ہوئی تھی۔ پابندی کے ساتھ صراط مستقیم پر چل رہے تھے۔ شیطانی دروازے بند تھے۔ اور جماعتی برکات کے ابواب کھلے ہوئے تھے۔ خدا تعالیٰ کی محافظت کا ان پر ہاتھ تھا۔ مگر جونہی مولانا نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی تو جھٹ شیطان لعین کے ہتھے چڑھے۔ پھر کیا تھا برکات کی جگہ نحوست برسنے لگی۔ خدا کے ہاتھ کی بجائے شیطان کا ہاتھ آگیا۔ ماموریت کے قائم مقام آوارگی کا تسلط ہوا۔ حیا کی جگہ بے حیائی چھاگئی۔ بس مولانا صاحب حدیث: **اِذا لم تستحیی فاصنع ما شئت** کے پورے مصداق ٹھہرے"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۲۹)

=÷

لو جی یہ سارے فتوے اس وجہ سے ہیں کہ وہ بندہ جماعت غرباء کے امام کی ماموریت سے نکل گیا۔ غیر مقلدین پہلے تقلید کی رسی کا طعنہ دوسروں کو دیتے رہے ہیں۔ اب ماموریت کی نکیل سے نکلنے کا طعنہ خود اپنے اہلِ حدیث کو دے دیا۔ مطلب وہ یہ نکیل اپنے اہلِ حدیثوں کے ناک میں ڈالے رکھنا پسند کرتے ہیں۔

تہمتیں لگائیں اور خوب گلچھڑے اُڑائے

غیر مقلدین کی ”حمیدیہ پارٹی“ کے ایک مولوی صاحب کی بات منقول ہے:

”میں نے ”اشارات نگار“ کے بتائے ہوئے وظیفہ پر عمل کیا۔ امامیہ جماعت کے خلاف اشتہارات شائع کئے، تقریریں کیں، تہمتیں لگائیں۔ ماشاء اللہ خوب کامیاب ہوا۔ حمیدیہ پارٹی کی نگاہوں میں نہایت مقبول ہوا۔ دو چار مہینے خوب **گلچھڑے** اُڑائے۔ مگر ہائے افسوس! تین چار ماہ سے وظیفہ مذکور کا اثر بے اثر ہو گیا ہے۔ پھر اسی طرح پریشانی کے عالم میں ہوں۔ کس بے پرسد کہ بھیا کون ہو۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۲۹)

قارئین کرام! آپ نے مختلف وظیفے سنے اور پڑھے ہوں گے مگر غیر مقلدین کی طرف سے ایجاد کردہ مذکورہ وظیفہ شاید پہلی دفعہ آنکھوں سے گزر رہا ہو گا۔

ابو جہل سے تشبیہ

صحیفہ میں مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”مولوی صاحب! آپ اشارات نگار پر بے جا خفا ہو رہے ہیں۔ اس نے کب آپ کو عمر بھر کی گارنٹی لکھ دی تھی۔ دو چار مہینے ہی غنیمت سمجھو۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ بدر کے دن ابلیس علیہ اللعنۃ نے ابو جہل کا کہاں تک ساتھ دیا تھا۔ مکہ مکرمہ سے میدان بدر میں قدم رکھنے تک نا؟ ابو جہل کی پارٹی کو محمدی جماعت کے ساتھ بھیڑانے تک نا؟ **فلما تراء ت الفئتان نکص علی عقبیہ وقال انی بریء منکم انی اری مالا ترون انی اخاف اللہ واللہ شدید العقاب**۔ جب دونوں فریق لڑنے لگے تو ابلیس یہ کہتا ہوا ابو جہل

سے الگ ہو گیا۔ میں تم سے بیزار ہوں اس لیے کہ میں دیکھ رہا ہوں جماعت محمدی کے لیے آسمان سے فرشتے آرہے ہیں یقیناً میں خدا سے ڈرتا ہوں اور خدا کی پکڑ سخت ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷ ۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۳۰)

اس عبارت میں غرباء اہلِ حدیث کو محمدی جماعت سے موسوم کر کے دوسرے غیر مقلد کو ابو جہل اور شیطان سے تشبیہ دے چھوڑی۔

حیاسوز اتہام

صحیفہ میں مذکورہ عبارت کے فوراً بعد لکھا ہے:

"اب یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ہر چہار ماہ کے بعد آپ لوگ عمل کی تجدید کر لیا کریں یعنی جماعت غرباء اہلِ حدیث پر دو چار حیاسوز اتہام لگا کر اشتہار شائع کر دیا کریں۔ مگر قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ گیا جب خلیل خاں فاختہ اُڑایا کرتے تھے۔ شیخ الزّر بہت ہی ہوشیار ہو گئے ہیں شاید ہی وہ اب ان پیٹ پرستوں کو منہ لگائیں۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷ ۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۳۰)

صحیفہ کی اس عبارت کے پیش نظر غرباء اہلِ حدیث کے مخالف غیر مقلدین حیاسوز تہمتیں لگا کر دنیاوی صلہ حاصل کرتے ہیں۔ اور اُن میں کوئی ""شیخ الزر"" پیسے کے پجاری بھی ہیں۔

محمد علی جناح کا فرمان اور....

صحیفہ میں لکھا ہے:

""مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح فرماتے ہیں: ""مسلمانوں کی نجات اسلامی احکام کے ماتحت صرف اپنی جماعت یعنی مسلم لیگ میں شامل ہو کر حاصل ہو سکتی ہے۔"" (ملاحظہ ""الامان"" دہلی مؤرخہ ۲۵ / ربیع الثانی ۵۷ھ مطابق ۲۵ جون ۳۸ء) کیا فرماتے ہیں حمیدیہ پارٹی کے علماء اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسٹر جناح کا مندرجہ بالا قول صحیح ہے یا غلط یا قادیانی آواز ہے ؟ آیا مسلم لیگ میں شامل ہوئے بغیر مسلمانوں کی نجات نہیں ہو سکتی ؟ اگر یہ قول صحیح ہے تو حمیدیہ پارٹی اس میں شامل ہو کر نجات کیوں نہیں حاصل کرتی ؟ اور اگر یہ قول غلط ہے، قادیانی

آواز ہے؟ تو حمیدیہ پارٹی کے علماء مسلم لیگ اور اس کے صدر مسٹر جناح کے حق میں تکفیری متفقہ فتویٰ شائع کر کے حمایتِ دین کا ثبوت دیں گے؟ دیدہ باید"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷۔ ۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۳۰)

حمیدیہ پارٹی غیر مقلدین کی ہے انہوں نے غرباء اہل حدیث پر فتوی بازی کی اس لیے غرباء والوں کو مذکورہ عبارت لکھ کر سوال کرنا پڑا۔

صحیفہ اہلِ حدیث کی اشاعت بڑھانا فرض اولین

صحیفہ میں لکھا ہے:

"رسالہ صحیفہ اہلِ حدیث کی اشاعت بڑھانا ہر مسلمان مرد، عورت کا فرض اولین ہے"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷۔ ۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۳۰)

اشاعت صحیفہ کے بڑھانے کی فرضیت پر کوئی صریح دلیل بھی ذکر کر دیتے۔ اگر اس کے منکر و مخالف کا حکم بھی تحریر ہوتا تو بہتر تھا۔ بریلویت کے قائد نے اپنی کتابوں کے مندرجات پر عمل کرنے کو سب سے بڑا فرض کہا اور آپ نے صحیفہ کی اشاعت بڑھانے کو اولین فریضہ۔

جلسہ کا آغاز تلاوت سے

صحیفہ میں لکھا ہے:

"بوقت صبح تلاوت کلام اللہ کے بعد طلباء مدرسہ اوڈاں فاضلکا نے مختلف عنوانوں پر تقریریں کیں .... نماز ظہر کے بعد قرآن خوانی ہوئی اس کے بعد مولوی عبد القادر صاحب حصاروی نے ضرورتِ امام پر عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ روشنی ڈالی۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷۔ ۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۳۱)

جلسہ کی ابتداء تلاوت سے کرنے کو بعض غیر مقلدین نے بدعت کہا ہے۔ مزید یہ کہ اس عبارت میں "قرآن خوانی" کے الفاظ بھی درج ہیں۔

اسلامی احکام پر پابند رہنے کی بیعت

صحیفہ میں غرباء اہلِ حدیث کے ایک جلسہ کی کارگزاری بیان کرتے ہوئے کہا گیا:

”جلسہ میں تقریباً چالیس آدمیوں نے اسلامی احکام کے پابند رہنے کی بیعت کی۔ نیز مقام ڈھنڈیاں میں ستائیس مرد اور سولہ عورتوں نے بیعت کی۔ خدا تعالیٰ استقامت بخشے آمین“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۷ ۱۳۵۷ھ ماہِ شعبان صفحہ ۳۲)

غیر مقلدین عموماً کہا کرتے ہیں کہ احکام پر پابند رہنے کی بیعت ناجائز اور غیر ثابت ہے مگر مذکورہ عبارت میں احکام پر پابند رہنے کی بیعت مذکور ہے۔

بچے کے کان میں اذان دینے پر حدیثیں

صحیفہ میں لکھا ہے:

”ایک محفوظ جگہ سے منتقل ہو کر ایک ایسے عالم میں بچے نے قدم رکھا ہے جو نہایت ہی خطرناک ہے جس میں ہزار فتنوں، آفتوں، بلاؤں کا جال بچھا ہوا ہے۔ لہٰذا اس سے محفوظ رکھنے کے لیے بچے کے کان میں اذان دی جاتی ہے۔ یہ اذان خدائے عزوجل کی طرف سے عظیم الشان امان، پناہ، بچاؤ ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس قوم، جس خاندان، جن لوگوں میں صبح کے وقت اذان دی جاتی ہے۔ وہ شام تک خدا تعالیٰ کی پناہ میں رہتے ہیں اور شام کے وقت اذان دی جاتی ہے۔ تو وہ صبح تک خدائے تعالیٰ کی امان میں رہتے ہیں۔ (مجمع الزوائد ص ۱۳۹ ج ۱) نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: جب کسی بستی، شہر میں اذان دی جاتی ہے تو وہ اُس روز عذابِ الٰہی سے محفوظ رہتا ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۳۹ ج ۱) آنحضور علیہ السلام کے خادم انس بن مالک رضی للہ عنہ سے مروی ہے: نبی علیہ السلام اکثر صبح کے وقت چھاپا مارا کرتے تھے۔ اذان کا انتظار فرمایا کرتے تھے۔ اگر اذان ہوتی تو رک جاتے ورنہ چھاپا مارتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۶۵ ج ۱)... اسلام کی یہ تعلیم ہے اور یہی حق و انصاف ہے کہ جس صانع حقیقی نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ایسا حسین و بےبیک بچہ عنایت فرمایا ہے جس کی تصویر، تخلیق، ایجاد، ساخت سے تمام کائنات عاجز ہے۔ فقط۔ اسی اکیلے کی امان، پناہ، دہائی دی جائے۔ یہ اذان جو بچے کے کان میں دی جاتی ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ کی جانب سے بچے بچے کے خاندان اور اہلِ بلد کے لیے امان، پناہ ہے جیسا کہ مندرجہ بالا حدیثوں سے ثابت ہے۔

=÷

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۹ھ ماہ رمضان صفحہ ۴،۳)

آج کل بعض غیر مقلدین کی کتابیں پڑھنے سے پتہ چلا کہ یہ لوگ نومولود بچے کے کان میں اذان کو غیر ثابت کہتے ہیں جب کہ صحیفہ کی مذکورہ عبارت میں اسے تسلیم کیا گیا اور بزعم خود بات کو مدلل کرنے کی کوشش بھی کی۔

بچے کے کان میں اذان پر کچھ مزید

صحیفہ میں لکھا ہے:

"رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس وقت اذان دی جاتی ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔ (مجمع الزوائد) لہذا اس خیال سے بچے کے کان میں اذان دی گئی کہ درازئ عمر اور نیک بختی کی دُعا جو بچے کے حق میں کی جائے۔ وہ بارگاہ میں الٰہی میں مقبول ہو۔ پیغمبر خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے: اذان اور قرآن شریف کی حُسنِ آواز کو خدا تعالیٰ کان لگا کر سنتا ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۳۹ ج ۱) چوں کہ اذان ایک ایسی محبوب اور پیاری آواز ہے جس کو خود خدائے تبارک و تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور کان لگا کر سنتا ہے۔ لہذا صالح فال، نیک شگون کے ارادے سے یہ محبوب آواز بچے کے کان میں ڈالی گئی کہ بچہ اچھی باتوں کو سننے کو دوست رکھے اور بُرے خیالات سے دُور رہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۹ھ ماہ رمضان صفحہ ۴)

لیجئے صحیفہ میں نومولود کے کان میں اذان دینے کی دلیل بھی ذکر کر دی۔ یہ تو وقت بتائے گا کہ اس اذان کو غیر ثابت کہنے والے غیر مقلدین کیا تبصرہ کرتے ہیں؟ وہی تبصرہ جو قبر پہ اذان دینے والوں کے مزعومہ دلائل پہ کرتے ہیں یا کچھ اور؟

مولانا عبد الوہاب کا کوئی مسئلہ غلط نہیں، دعویٰ

محمد یوسف صاحب مکی لکھتے ہیں:

"ناظرین با تمکین! آپ حضرات خوب واقف ہیں کہ امام الموحدین رأس المتقین، شیخ العارفین ابو محمد عبد الوہاب غفر اللہ ذنبہ و نور مرقدہ و وسع مدخلہ نے اپنی اَسی سالہ زندگی میں

...ہندوستان وغیرہ کے چپہ چپہ و گوشہ گوشہ میں جن محکم مسائل حقہ کی قرآن و حدیث کی روشنی میں اشاعت و تبلیغ کی ہے۔ ان میں سے کسی کی ماں نے اتنا دودھ نہیں پلایا کہ اس نے کسی ایک مسئلہ کو بھی نصوص شرعیہ سے غلط اور جھوٹا کر دکھایا ہو یا کر دکھائے بلکہ بفضلہ تعالیٰ جو بھی اُن مسائل حقہ کا مقابل ہوا منہ کی کھا کر اُلٹا گرا"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۹ھ ماہ رمضان صفحہ ۷)

مولانا عبد الوہاب کی بابت مبالغہ ارائی دیکھ لی۔ جناب! مولانا مذکور کے کئی مسائل کو خود غیر مقلدین نے غلط قرار دیا ہوا ہے۔ مولانا اور ان کی جماعت غرباء کے خلاف غیر مقلدین کے رسائل شائع ہو چکے، جن میں اُن پر شرک کے فتوے بھی لگائے گئے۔

فوقیت عامہ کا دعویٰ

یوسف صاحب نے عبد الوہاب صاحب کے بارے میں مزید لکھا:

"آپ بفضلہ تعالیٰ اپنے ہم عصر علماء پر ہر مسئلہ میں صداقت تامہ اور فوقیتِ عامہ رکھتے تھے اور کل مسائل میں یقینا حق بجانب تھے منجملہ اُن کے ایک مسئلہ امامت اور ادائے زکوۃ ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۹ھ ماہ رمضان صفحہ ۷)

اس فوقیت کو دوسرے تو کجا خود غیر مقلدین نے تسلیم کیا؟ اُن کے سب مسائل کی حقانیت کا دعوی بھی بڑی بات ہے۔ کتب بینی کا شوق رکھنے والے جانتے ہیں کہ اُن کے دعوی امامت اور مسئلہ ادائے زکوۃ پر خود غیر مقلدین نے کافی کچھ لکھا ہے۔ مثلاً دیکھئے مولانا محمد جونا گڑھی کا رسالہ "ظل محمدی" یہ رسالہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم میں شامل ہے۔

رموز واو قاف والا قرآن بدعت!!!

صحیفہ میں "مسنون قراءۃ قرآن مجید معرّیٰ" عنوان قائم کر کے لکھا ہے:

"مدت سے آرزو تھی کہ اہلِ اسلام جیسے دیگر اعمال سنت نبوی کے موافق بجالانے کے ہمیشہ خواہاں و جویاں رہتے ہیں ویسے ہی قرآن مجید فرقان حمید کی تلاوت بھی سنت نبوی کے

مطابق بجالائیں پس الحمدللہ آج یہ خواہش اور دلی تمنا ظہور پذیر ہوئی کہ مسنون قراءۃ والا قرآن مجید چھپ کر تیار ہوا اور بوجہ قراءۃ مسنونہ کے ہندوستان بھر کے قرآن پر سبقت اور بازی لے گیا فالحمدللہ علی ذلک۔ جس کی پشت پر اکابر علماء... سے اس امر کا بھی ثبوت دیا گیا ہے کہ جملہ رموز او قاف مروجہ بدعت اور خلافِ طریقۂ نبویہ ہیں۔ پاس جملہ عاشقان سنتِ نبوی پر لازم اور ضروری ہے کہ فوراً قرآن مجید مذکور منگوا کر خود بھی موافق قراءۃ نبوی کے تلاوت کریں اور اپنی اولاد، ازواج واحباب کو بھی ابتداء ہی سے قراءۃ مسنونہ کی عادات ڈال کر اجر دارین ورضائے رب العالمین کے مستحق بنیں۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۹ھ ماہ رمضان صفحہ ۲۸)

غیر مقلدین نے بدعت کے فتوے لگاتے لگاتے رموز واو قاف والے قرآن کی اشاعت کو بھی بدعت کہہ دیا!! گویا جو لوگ رموز واو قاف والے قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں وہ بدعتی ہیں۔ جناب! آپ نے اپنے طبع کردہ قرآن کو "مسنون قراءۃ والا" نام کس بنیاد پہ دیا۔ صرف رموز واو قاف نہ ہونے کی وجہ سے؟ اگر دَور نبوی میں رموز واو قاف والا قرآن نہیں تھا تو سوال یہ ہے کہ تب یک جا جمع شدہ کتابی شکل میں قرآن تھا؟ تو کتابی شکل میں جمع شدہ قرآن کی اشاعت اور تلاوت پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟

امتی کے لیے "رضی اللہ عنہ" کا لاحقہ

صحیفہ میں لکھا ہے:

"اکابر علماء مثل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی و شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ وغیرہ رضی اللہ عنہم"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۹ھ ماہ رمضان صفحہ ۲۸)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی مقلد ہیں اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ حنبلی۔ گویا ان مقلدین کو صحیفہ میں اکابر علماء میں شمار کیا ہے۔ مزید یہ کہ ان کے لیے "رضی اللہ عنہم" کا جملہ بھی لکھ دیا جب کہ بعض غیر مقلدین نے غیر صحابی کے لیے اس جملہ کو لکھنا قابلِ اعتراض ٹھہراتے ہیں۔

اہلِ حدیثوں نے مسائلِ شرعیہ پردۂ اخفا میں رکھ دیئے

صحیفہ میں لکھا ہے:

''اس دَورِ فتن میں جب کہ دیگر علمائے تو کیا بعض نام کے اہلِ حدیثوں نے بھی بہت سے مسائل شرعیہ کو پردۂ اخفاء میں ڈال کر طاقِ نسیان میں رکھ دیا ہے اور دن بدن ان میں نیچریت اور صلح کل کی غیر شرعی ہوا جذب ہوتی جاتی ہے۔ مشاہدہ گواہ ہے اگر یقین نہ ہو تو اہلِ بدعت و اہلِ ہوا کے اشتہارات و مجالس میں علماء اہلِ حدیث کے نام بھی دیکھ لو!''

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ماہ محرم صفحہ ۱۳)

صحیفہ کی مذکورہ عبارت میں چند چیزوں کا انکشاف ہے۔

۱۔ اہلِ حدیثوں نے کئی مسائل شرعیہ کو پردہ اخفاء میں رکھ کر بھلا دیا۔

۲۔ اُن میں نیچریت پھیلتی جاتی ہے۔

۳۔ اُن میں صلح کل کی غیر شرعی ہوا بھی جذب ہوتی جاتی ہے۔

۴۔ اہل بدعت کے اشتہارات میں اہلِ حدیثوں کے نام بھی درج ہوتے ہیں۔

بے نماز کا جنازہ

صحیفہ میں لکھا ہے:

''**صلوا علی من قال لا الہ الا اللہ و صلوا خلف من قال لا الہ الا اللہ** اس حدیث کی مد نظر رکھ کر فقط کلمہ گو کا جنازہ پڑھانا اور تارکِ نماز کے پیچھے نماز پڑھنے کا فتویٰ کلکتے والے اہلِ حدیثوں نے دیا ہے۔''

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ماہ محرم صفحہ ۲۵)

آگے صحیفہ والوں نے اپنی رائے درج کی ہے:

''صرف کلمہ گو یعنی تارکِ صوم و صلوٰۃ کا جنازہ پڑھنا شرعاً ثابت نہیں۔''

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ماہ محرم صفحہ ۲۵)

آگے لکھا ہے:

”جو لوگ صرف زبانی اور رسمی ورواجی کلمہ گو ہیں اور کلیۃً شرک وبدعت سے باز نہیں آتے جس میں ترک صلوٰۃ وغیرہ بھی داخل ہے وہ کافر ومنافق ہیں۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۷ ۱۳۵۷ھ ماہ محرم صفحہ ۲۶)

صحیفہ کی مذکورہ عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تارک نماز اور تارک روزہ منافق ہیں، اس لیے اُن کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں مگر کلکتے والے اہلِ حدیثوں نے ان کے جنازہ پڑھنے کا فتوی دیا ہے۔

نواقضاتِ روزہ

کرم الجلیلی الہاشمی صاحب لکھتے ہیں:

”دروغ گوئی، جھوٹ، فحش بیانی، بے حیائی، جعل سازی، مکاری فریب دہی، چغل خوری ،غیبت اور گالم گلوچ سے زیادہ ٹوٹ جاتا ہے۔“

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۸۹ھ ،۱۶ رمضان صفحہ ۱۶)

غیر مقلدین کے ہاں مذکورہ اُمور روزہ توڑنے والے ہیں۔اس لیے اگر حالت روزہ میں ان سے یہ گناہ صادر ہو جائیں تو وہ رمضان کے بعد ایسے روزوں کی قضا کیا کریں۔ بلکہ غیر مقلدین ہی اس کا حکم بتا دیں کہ ایسی صورت میں صرف قضاء ہو گی یا کفارہ بھی؟

صدقہ فطر

کرم الجلیلی الہاشمی صاحب لکھتے ہیں:

”نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ نماز عید ادا کرنے سے یہ صدقہ فطر نہیں رہتا بلکہ ایک عام صدقہ کے حکم میں ہو جاتا ہے...قیمت دینا بھی جائز ہے“

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۸۹ھ ،۱۶ رمضان صفحہ ۱۶)

غیر مقلدین میں یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا ہو تا ہے یا نہیں۔اسی طرح یہ بھی اختلاف ہے کہ صدقہ فطر میں اجناس کی بجائے قیمت دینا جائز ہے یا نہیں۔

بے نماز کا نکاح، جنازہ وغیرہ

صحیفہ اہلِ حدیث میں ”حامیان بے نمازیاں کے دلائلِ مزعومہ پر تبصرہ“عنوان قائم کر کے لکھا ہے:

”دوازدہم بے نماز کی سزا قتل ہے جس سے ظاہر ہے کہ بے نماز کا کفر، کفر ارتداد ہے ...یہ تیرہ قرائن اور دلائل جس سے غیر مکفرین بے نمازوں کے بھائیوں کی سب تاویلیں باطل ہو گئیں اور یہ ثابت ہو گیا کہ بے نماز کافر حقیقی اور مشرک خارج از اسلام ہے جس سے نہ نکاح جائز ہے اور نہ اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے، اور نہ وہ مسلمانوں کا وارث ہے۔“

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۸۹ھ، ۱۶ شوال صفحہ ۷)

جب کہ اس کے برعکس دوسرے کئی غیر مقلدین بے نماز کو حقیقی کافر کی بجائے من وجہ کافر کہتے ہیں اور بعض غیر مقلدین کے نزدیک تو تو بے نماز کو مسلمان ہی ہی ہے۔ بہرحال صحیفہ کی مذکورہ عبارت کے مطابق بے نماز حقیقی کافر ہے، اس کا نکاح جائز نہیں اور مر جائے تو جنازہ بھی جائز نہیں۔ اَب یہ معلوم نہیں کہ اس فتوے پر ان کا عمل بھی ہے یا نہیں؟

علماء اہلِ رائے کی تقلید

صحیفہ میں لکھا ہے:

”ترکِ صلوٰۃ کفر بواح ہے جس سے آج کل کے علماء اہلِ رائے کی تقلید سے متاثر ہو کر غافل ہو رہے ہیں“

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۸۹ھ، ۱۶ شوال صفحہ ۱۰)

صحیفہ نے تو راز کھول دیا ہے کہ غیر مقلدین ویسے تو تقلید کو ہر بُرائی کا سرچشمہ کہتے ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ چُھپ چُھپ کے تقلید کیا کرتے ہیں۔ مزید حیرت یہ کہ تقلید بھی اہل الرائے کو جنہیں وہ اہلِ حدیث کے مدمقابل ٹھہرا کر ان پر گمراہی کا فتویٰ لگایا کرتے ہیں۔

سب گھروں والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی

جلیلی صاحب لکھتے ہیں:

”ایک گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کافی ہے چاہے وہ کتنے ہی ہوں“

(صحیفہ اہل حدیث: ۱۳۸۹ھ یکم ذی الحجہ صفحہ ۶)

صحیفہ والوں کو چاہیے تھا کہ اس اصول کے مطابق یہ مسئلہ بھی حل کر دیتے کہ اگر کوئی شخص بڑا جانور قربانی کرے تو وہ کتنے افراد کی طرف سے کافی ہو گا۔ جب ایک بکری سارے گھر (مثلاً سوافراد) کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے۔ تو بڑا جانور سات بکریوں کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے سات گھروں (کے سات سو افراد) کی طرف سے کافی ہونا چاہیے ؟۔

وتروں میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا

کسی نے سوال کیا:

"وتر کی آخری رکعت میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کا حدیث پاک سے ثبوت عطا فرمائیں"

کرم الجلیلی الہاشمی نے اس سوال کے جواب میں لکھا:

"صراحۃً تو میری نظر سے نہیں گزرا (پھر مطلق ہاتھ اُٹھانے کی احادیث درج کر کے لکھتے ہیں (ناقل)] ان سے ثابت ہوا کہ وتروں میں دعا کرتے وقت ہاتھ اُٹھانے میں کوئی مضائقہ نہیں"

(صحیفہ اہل حدیث: ۱۳۹۰ھ یکم محرم صفحہ ۷)

وتروں میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کو دیگر کئی غیر مقلدین قیاسی مسئلہ کہا ہے۔ صحیفہ والے نے بھی قیاس کیا مگر قیاس کا نام نہیں لیا۔

مقلدین کی اقتداء میں نماز کا حکم

جلیلی صاحب لکھتے ہیں:

"چوں کہ مقلدین حضرات محض تقلید امام کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات کا انکار کرتے (ہیں) اور ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے اس لئے ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث: ۱۳۹۰ھ ماہ صفر صفحہ ۲۸)

حدیثوں کے خلاف امتیوں کی تقلید اہلِ حدیث کہلوانے والوں کا شیوہ ہے۔ رسائل اہلِ حدیث دیکھ لیں۔ مگر صحیفہ کے مضمون نگار الزام مقلدین پر لگا رہے ہیں۔ اگر مقلدین سے تقلیدی اہلِ حدیث مراد لے لیں تو یہ عبارت حق بحق دار رسید کا مصداق ہو گی۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تین دن قربانی کے قائل تھے

مولانا عبد القادر حصاروی صاحب لکھتے ہیں:

”دوسرا مسلک تین دن کا ہے کہ ایک عید کا دن ہے اور دو دن اس کے بعد ہیں یہ عبد اللہ ابن عمرؓ وغیرہ سے مروی ہے۔ یہ بھی ہمارے قریب ہے صرف ایک دن قربانی کرنے کا مسلک سراسر مردود ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے عرب و عجم میں تعامل اس کے خلاف ہے۔“

(صحیفہ اہل حدیث: ۱۳۹۰ھ یکم ربیع الاول صفحہ ۲۴)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تین دن قربانی کے جواز کا ہے۔ جب کہ غیر مقلدین کی اکثریت کی رائے کے مطابق قربانی کے دن چار ہیں اُن کی رائے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے۔ دیگر صحابہ کرام کا نظریہ بھی تین دن قربانی کرنے کا ہے۔ ثبوت کے لیے حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد کی کتابیں: مقالات اور توضیح الاحکام دیکھ لیں۔

حافظ ابنِ تیمیہ اور شیخ جیلانی حنبلی المسلک ہیں

جناب محمد اسماعیل آزاد صاحب لکھتے ہیں:

”شیخ عبد القادر جیلانیؒ حنبلی مسلک کے پیرو تھے فقہ اسلام کے چاروں مسالک میں سے حنبلی مسلک کو یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ یہ توحید باری تعالیٰ کے تنزیہی تصوّر پر مضبوط اعتقاد رکھنے کی تعلیم دیتا ہے اس مسلک کے ماننے والوں میں امام ابن تیمیہ، امام جوزی اور شیخ عبد القادر جیلانی عالم اسلام کے درخشندہ ستارے ہیں اگرچہ اہلِ تصوف نے شاہ عبد القادر جیلانی کو سلسلہ صوفیاء میں شمار کیا ہے لیکن ان کی کتاب غنیۃ الطالبین حنبلی فقہ کی کتاب ہے“

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ ۱۶/ ربیع الثانی صفحہ ۱۸)

=÷

صحیفہ نے حقیقت بیان کر دی کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ دونوں حنبلی المسلک مقلد ہیں انہیں تارکِ تقلید کہنے والے غیر مقلدین کی بات غلط ہے۔

مشرکوں سے مصاحبت اور موانست

عبد القادر حصاروی صاحب لکھتے ہیں:

”غور اور فکر کریں کہ ہمارے سلف سچے، پکے غیرت مند اصلی اہلِ حدیث تھے یا آج کل کے خلف جو مشرکوں، کافروں، ملحدوں، اشراروں اور حرام کاروں سے مصاحبت و موانست اور قربانیوں میں شمولیت رکھتے ہیں ... آج ہمارے علماء پہاڑوں برابر شرکوں، کفروں اور بدعتوں سے متنفر ہو کر ان کا ارتکاب کرنے والوں بیزار نہیں ہوتے بہیں تفاوتِ راہ از کجا است تا کجا“

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ ۱۶/ ربیع الثانی صفحہ ۱۸)

پتہ نہیں حصاروی صاحب کو اپنے سوال کا جواب ملا یا نہیں کہ اصلی اہلِ حدیث کون ہیں؟ حصاروی صاحب یہ بتا دیتے تو بہتر ہو تا کہ اس جگہ اسلاف سے مراد کون ہیں؟

اہلِ حدیث کے عقائد و اعمال بدل گئے

حصاروی صاحب لکھتے ہیں:

”میں نے خود مشاہدہ کیا انقلاب ہند کے بعد جب لوگ ہجرت کر کے آئے تو جو اہلِ حدیث مشرکوں اور بدعتیوں میں مقیم ہوئے وہ انہی کی طرح ہو گئے اس لیے بعض محدثین نے یہ باب باندھے ہیں کہ اہلِ ہوا سے بغض اور مجانبت رکھے۔ آج مشرکوں سے میل جول رکھنے سے عقائد و اعمال بدل گئے ہیں اور باہم شیر و شکر ہو رہے ہیں۔“

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ ۱۶/ ربیع الثانی صفحہ ۱۸)

سبب جو بھی ہو اتنی بات تو حصاروی صاحب نے تسلیم کر لی ہے کہ اہلِ حدیثوں کے عقائد و اعمال تبدیل ہو گئے اور وہ مشرکوں و بدعتیوں کی طرح ہو گئے۔

=÷

اونٹ میں سات قربانیاں

حصاروی صاحب نے صحابی کی بات نقل کی:

"آنحضرت صلعم نے ہم مسلمانوں کو یہ حکم صادر فرمایا کہ ہم گائے اور اونٹ قربانی کریں تو سات حصہ دار باہم شریک ہوں ہر بدنہ میں ساتواں شریک ہم میں سے ہو۔"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ ۱۶/ ربیع الثانی صفحہ ۱۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اونٹ میں سات افراد شامل ہو سکتے ہیں جب کہ بعض غیر مقلدین نے اس کے برعکس فتوی دیا کہ اونٹ میں دس آدمی قربانی کر سکتے ہیں۔

اہلِ مدینہ نے کفریہ عقیدہ کی وجہ سے نکال دیا

صحیفہ میں لکھا ہے:

"موجودہ افراد خاندانِ لکھویہ کے بہت معمر اور بزرگ شخص مولانا محمد علی صاحب ہیں جو بہت طویل عرصہ ملک حجاز عرب کے مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہنے کی وجہ سے مدنی مشہور ہیں لیکن اب ان کو مدنی کہنا مناسب نہیں ہے کیوں کہ اہلِ مدینہ نے ان کو کفریہ عقیدہ کی وجہ سے نبوی شہر سے خارج کر دیا ہے اب وہ بزبانِ حال یہ شعر پڑھتے ہیں۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے مدینہ سے ہم نکلے"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ جمادی الاولیٰ صفحہ ۱۷ مطابق ۶ جولائی ۱۹۷۰ء شمارہ:۹)

صحیفہ نے اپنے اہلِ حدیث بزرگ کے متعلق مذکورہ بالا عبارت لکھی کہ انہیں اہلِ مدینہ نے کفریہ عقیدہ کی وجہ سے مدینہ سے نکال دیا۔ وہ مدنی تو نہیں البتہ مدینہ سے نکالے ہوئے تو ہیں۔

فتویٰ تکفیر نے منہ سیاہ کر دیا

گذشتہ عبارت کے متصل بعد لکھا ہے:

"قرآن ناطق ہے **تلک الایام نداولھا بین الناس** ہم لوگوں میں زمانہ کو بدلتے رہتے ہیں ایک دن وہ تھا کہ آپ شہر نبوی میں شیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ افروز تھے آج وہ دن ہے

علماء اسلام عرب و عجم نے آپ کے کفریہ عقائد کی وجہ سے فتویٰ تکفیر کی تشہیر سے آپ کا منہ سیاہ کر دیا کہ اب خاص و عام اہلِ اسلام آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے بلکہ مصلے سے اتار دیتے ہیں"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الاولیٰ صفحہ ۱۷)

اللہ اکبر! عرب و عجم کے اہلِ اسلام کے فتوی کی زَد میں آکر کس انجام کو پہنچے؟

مولوی محمد علی پر فتوئے تکفیر

صحیفہ میں لکھا ہے:

"اس اصل کی رُو سے فرقہ مرزائی اور مولوی محمد علی لکھوی کافر و مرتد قرار پائے کیوں کہ یہ لوگ احادیث نزول مسیح علیہ السلام اور روایت قتل دجال بذریعہ مسیحؑ کے منکر اور مکذب ہیں میرے اور میرے رفقائے قافلہ کے روبرو مولوی محمد علی صاحب صحیحین خصوصاً بخاری کی حدیثوں کو ناقابل اعتبار قرار دیا۔"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الاولیٰ صفحہ ۱۸)

اس عبارت میں منجملہ باتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ مولانا محمد علی لکھوی غیر مقلد صحیفہ اہلِ حدیث کی عبارت کے مطابق بخاری و مسلم کی حدیثوں کے باغی ہیں۔

برزخ والوں کو دنیا کی اطلاع

صحیفہ میں لکھا ہے:

"مجھے افسوس یہ ہے کہ مولانا محی الدین مرحوم کو مدینہ کے قبرستان میں عالمِ برزخ میں جب یہ اطلاع ہوئی ہو گی تو بہت صدمہ ہوا ہو گا کہ میرا لڑکا میرے قرب و جوار میں رہ کر کنعان کی طرح میرے فتوے کا مورد بن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے نکال گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الاولیٰ صفحہ ۱۹)

=÷

اس عبارت میں یہ تاثر موجود ہے کہ فوت شدہ انسان کو دنیا کے حالات کی خبر ہو سکتی ہے۔لہذا اگر اس طرح کی بات مخالفین کی کسی کتاب میں مل جائے تو غیر مقلدین کو اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

مرزائی خوش ہو رہے ہیں

صحیفہ میں لکھا ہے:

''اور آج مرزائی خوش ہو رہے ہیں کہ مولانا محی الدین لکھوی نے ہمارے مسیح پر جو فتوے کفر کے لگائے تھے وہ فتویٰ ان کے صاحب زادے پر چسپاں ہو گیا ہے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب میں رائی برابر بھی عقل ہے تو وہ خدارا اِس باطل عقیدہ کفریہ سے توبہ کریں۔

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الاولیٰ صفحہ ۲۰)

اس عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ جس شخص پر فتویٰ کفر لگایا گیا ہے وہ مولانا محی الدین لکھوی (غیر مقلد) کا بیٹا ہے۔

اجماع کی مخالفت گمراہی ہے

صحیفہ میں لکھا ہے:

''آپ کا یہ عقیدہ اجماع امت کے خلاف ہے اور خرقِ اجماع عین ضلالت ہے۔''

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الاولیٰ صفحہ ۲۰)

غیر مقلدین اجماع کی حجیت کے متعلق کوئی اتفاقی موقف آج تک پیش نہیں کر سکے۔ کچھ تو اسے حجت سمجھ کر اس کی مخالفت کو گمراہی بلکہ کفر قرار دیتے ہیں۔ (تفسیری حواشی صلاح الدین یوسف) اور کچھ سرے سے اسے حجت ہی نہیں مانتے۔ لیکن دلائل سے اس کی حجیت ہی ثابت ہے۔

مرزا قادیانی کی گود میں جا گرے

صحیفہ میں لکھا ہے:

''پھر جب خود [مرزا قادیانی (ناقل)] نبی اور مسیح مثیل بننے لگا تو اس نے حضرت عیسی کی وفات کا ڈھول پیٹنا شروع کر دیا اور اس نے کتابیں لکھیں جن کو پڑھ کر مولوی محمد علی لکھوی ایسے کمزور ایمان والے لٹو ہو گئے اور اسلام سے نکل کر کفر میں جا پڑے۔''

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الاولیٰ صفحہ ۲۱)

عجیب انکشاف ہے کہ مولوی محمد علی لکھوی (غیر مقلد) نے سیدنا عیسی علیہ السلام کے فوت ہو جانے کا نظریہ حدیثوں کے بر خلاف مرزا غلام احمد قادیانی کی اتباع میں اختیار کیا ہے۔ افسوس!! ائمہ کرام کی تقلید سے تو وحشت لیکن مرزا غلام احمد کی پیروی کر لی، پیروی بھی حدیثوں کے خلاف، عقیدہ کے مسئلہ میں اور عقیدہ بھی اجماعی۔ امت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ سیدنا عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ ہی آسمان پر اُٹھالیا تھا اور وہ قیامت کے قریب زمین پر تشریف لائیں گے۔

بخاری و مسلم کی بعض حدیثیں من گھڑت ہیں

مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھا ہے:

"ٹریکٹ میں مرزا قادیانی کے کئی کفر درج ہیں ان میں حیات مسیح کا انکار ہے اور بخاری و مسلم کی سب حدیثیں صحیح نہیں بلکہ بعض غیر صحیح اور موضوع ہیں یہ دوسرا کفر ہے یہی عقیدہ مولوی محمد علی کا ہے جو انہوں نے میرے روبرو بیان کیا تھا۔"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الاولیٰ صفحہ ۲۱)

مرزا غلام احمد سے ہم نوائی کس حد تک اختیار کی گئی۔ اول تو حیات عیسی کا انکار، پھر چوں کہ بخاری و مسلم کی حدیثوں سے سیدنا عیسی علیہ والسلام کی حیات کا اثبات ہے اس لیے اُن پر ضعف و من گھڑت ہونے کی چھاپ لگا دی۔

خروجِ دجال اور ظہور مہدی کا انکار

صحیفہ میں لکھا ہے:

"میں کہتا ہوں کہ اس بناء پر مولوی محمد علی لکھوی کافر مرتد ثابت ہوئے کیوں کہ مرزا کے کئی عقائد کفریہ ان میں پائے جاتے ہیں: وفات عیسیٰ، نزول عیسیٰ سے انکار، قتل دجال سے انکار بخاری و مسلم کی بعض حدیثوں کو غیر معتبر غیر صحیح اور موضوع قرار دینا۔ امام مہدی منتظر کا انکار وغیرہ ان میں موجود ہیں تمام اہلِ اسلام کو ان سے مقاطعہ کر دینا چاہیے۔"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الاولیٰ صفحہ ۲۱)

ایک کفریہ عقیدہ آجانے سے ایمان کا صفایا ہو جاتا ہے اور جہاں کئی کفریہ عقیدے جمع ہو جائیں تو کیا حشر ہو گا؟ اس عبارت میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مولوی محمد علی لکھوی کی کس قدر موافقت بتائی گئی ہے۔ بخاری و مسلم کی جن حدیثوں کو غیر معتبر کہا ہے وہ یقیناً ایسی ہوں گی جن سے اُن کے نظریات کی تردید ہوتی ہو گی۔ اگر صحیفہ والے بزرگ اُن حدیثوں کی نشان دہی کر دیتے تو اچھا ہوتا۔

سیدھے سادھے صوفی و درویش

صحیفہ میں لکھا ہے:

"یہ بات مخفی نہ رہے کہ میرے مضمون میں جو فتویٰ مولانا محی الدین کی طرف منسوب ہے اس سے مراد مولوی محمد علی کے والد بزرگ وار مدفون مدینہ منورہ ہیں۔ وہ مولوی محی الدین نہ سمجھ لیں جو مولوی محمد علی صاحب کے صاحب زادہ ہیں کیوں کہ وہ کوئی جید اور محقق عالم نہیں ہیں۔ صوفی سیدھے سادھے صوفی درویش ہیں جدھر کوئی ان کو لگا دیتا ہے لگ جاتے ہیں اور بس"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الاولیٰ صفحہ ۲۱)

اس عبارت میں ایک تو یہ کہا گیا کہ غیر مقلد بزرگ صوفی ہیں جب کہ موجودہ غیر مقلدین صوفیت اور تصوف کو دین اسلام کے مدمقابل الگ دین قرار دیتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مقلد بزرگ کو جدھر کوئی لگا دیتا ہے لگ جاتے ہیں۔ اس کی وضاحت میں چند واقعات نقل کر دیتے تو اچھا ہوتا، یا کم از کم اتنا بتا دیا ہوتا کہ ہر کسی کے پیچھے لگنے کو تقلید کہیں گے یا کچھ اور؟

تنبیہ: مولوی محمد علی کے متعلق سب باتیں مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد کی ہیں۔

حکیم فیض عالم صدیقی کی غیر مقلدیت

صحیفہ میں لکھا ہے:

"اختلافِ امت کا المیہ: مسلک اہل پر اپنی نوعیت کی پہلی اور اہم ترین تصنیف جس میں مصنف نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ اہلِ حدیث وہی لوگ ہیں جو ڈیڑھ سو سال تک نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد تھے یہ تقلیدی بدعت ڈیڑھ صدی ہجری کے بعد کی پیداوار ہے... اس کتاب کا

یک ایک نسخہ ہر اہلِ حدیث کے ہاتھ میں شمشیرِ برّاں ہے۔ ملنے کا پتہ: حکیم فیض عالم صدیقی رہتاس ضلع جہلم۔"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الاولیٰ صفحہ ۲۶)

اس عبارت میں واضح اور متعدد بار تاثر دیا گیا ہے کہ حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد اور اہلِ حدیث ہے۔ یہ دعویٰ بھی کہ ان کی کتاب ہر اہلِ حدیث کے ہاتھ شمشیر براں کے طور پر کام دے گی۔ البتہ حکیم صاحب کی طرف یہ بھی سخاوت ہے کہ انہوں نے تقلید کو دَور نبوی سے ڈیڑھ صدی بعد کی پیداوار تسلیم کر لیا۔ ورنہ عام غیر مقلدین تو تقلید کو چوتھی صدی کی پیداوار کہتے ہیں۔ جب کہ یہ بات حقیقت کے بر خلاف ہے۔ تقلید دَور نبوی سے تسلسل کے ساتھ چلی آ رہی ہے کبھی اس عنوان پہ لکھنے کی نوبت آئی تو بہت سے دلائل و شواہد کے پیش کریں گے، ان شاء اللہ۔

تعویذ وگنڈے... امامت من جانب اللہ بعد از نبی

حامد رضا صاحب (بی اے کوئٹہ) نے ڈاکٹر سبطین لکھنوی رکن آکسفورڈ میڈیکل کالج کو خط لکھا اس کا ایک تراشا یہ ہے:

"مجھے یہ سن کر از حد دُکھ ہوا ہے کہ آپ جیسے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات بھی، امام جماعت غرباء اہلِ حدیث کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو چکے ہیں کاش! بیعت کرنے سے قبل آپ "تحریک اہلِ حدیث" نامی پمفلٹ ہی پڑھ لیتے۔ اللہ اللہ! کیا زمانہ آیا ہے کہ سید احمد شہید کی چھوڑی ہوئی یہ مجاہدانہ تحریک بھی امامت کا سائن بورڈ لگا کر تعویذ گنڈے بیچنے پر مجبور ہو چکی ہے تلخ نوائی معاف! کہیں تشیع والا جذبہ پرستش امام تو اس راہ سے تسکین پا رہا کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہو راہی کو؟ تحریک اہلِ حدیث نامی پمفلٹ بھیج رہا ہوں موقع ملے تو ضخیم کتابوں کے انبار چھوڑ کر اس کا بھی مطالعہ کیجئے۔ یہ کتابچہ ایک فریاد ہے ان لوگوں کے لیے جو اہلِ حدیث ہونے کے مدعی بھی ہیں اور امامت من جانب اللہ بعد از نبی کے قائل بھی۔ امید کہ آپ مع الخیر ہون گے والسلام"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الثانی صفحہ ۱۷)

اس عبارت میں متعدد باتوں کا انکشاف ہے:

۱۔ غرباء اہلِ حدیث نامی جماعت میں امام کی بیعت کا معمول ہے۔

۲۔ غرباء والے نہ صرف تعویذ کا جواز مانتے ہیں بلکہ مضمون نگار کے بقول تعویذ فروشی بھی کرتے ہیں۔

۳۔ غرباء اہلِ حدیث کے متعلق دعوی کیا گیا ہے کہ وہ امامت من جانب اللہ بعد از نبی کے قائل ہیں۔

اہلِ حدیث قابلِ تقلید

مولانا محمود احمد حسن (فاضل عربی، فاضل مدرسہ عربیہ اسلامیہ دار السلام کراچی) فرماتے ہیں:

"اہلِ حدیث کا طرزِ عمل اس سلسلہ میں قابلِ تقلید ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ ۱۶/ جمادی الثانی صفحہ ۲۰)

ائمہ ہدایت کی تقلید کو ناجائز کہنے والے مدعیانِ اہلِ حدیث نے اپنے طرزِ عمل کو قابلِ تقلید کہہ دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے عوام کو اپنی تقلید کرنے پر اُبھارا ہے۔

آمین اور رفع یدین کو نماز کے ارکان قرار دینے کی جسارت

کرم الجلیلی الہاشمی صاحب لکھتے ہیں:

"نماز میں سورہ فاتحہ کے اختتام پر آمین بالجہر اور رکوع میں جاتے اور اُٹھتے وقت رفع الیدین کا مسئلہ نماز کے ارکان سے تعلق رکھتا ہے جن کے ترک سے نماز کے حسن وخوب صورتی میں نمایاں کمی ہو جاتی ہے بلکہ راقم الحروف کے عقیدے کے مطابق نماز ہی نہیں ہوتی۔"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم رجب صفحہ ۵)

آمین اور رفع یدین کو ارکان کہنے کا دعوی تو کر دیا مگر اس کے دلائل کہاں ہیں؟ غیر مقلدین سلفی ہونے کے دعوے دار بھی ہیں۔ کیا اسلاف بھی آمین اور رفع یدین کو نماز کے ارکارن میں شمار کرتے ہیں؟

علامہ عینی حنفی کا شمار صف اول کے شارحینِ حدیث میں

صحیفہ میں لکھا ہے:

"حافظ ابنِ حجر، علامہ عینی، علامہ قسطلانی، علامہ کرمانی وغیر ھم جیسے خدام محدثین جن کا فہرست شارحین حدیث کی صف اول میں شمار ہوتا ہے۔

(نصرۃ الباری کتاب الصلح دسواں پارہ عکس صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم رجب المرجب)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ شافعی المسلک ہیں اور علامہ عینی رحمہ اللہ حنفی مقلد۔ ان دونوں مقلدوں کو شارحین حدیث کہہ کر خدامِ حدیث میں شمار کر لیا ہے۔

مولوی محمد علی کے معتقدین پر فتویٰ

عبد القادر حصاروی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر حیاتِ مسیح کا عقیدہ عین حق اور وفات مسیح کا عقیدہ باطل اور کفر ہے تو پھر مرزائی فرقہ اور مولوی محمد علی صاحب بروئے کتاب و سنت اور اجماعِ امت کافر اور خارج از اسلام ہیں اور جو مدعیانِ اسلام ان سے تعلق اور عقیدت رکھتے ہیں وہ بھی ان کے ساتھ ملحق ہیں۔"

(صحیفہ اہل حدیث ۱۳۹۰ھ یکم جمادی الاولیٰ صفحہ ۱۸)

پہلے تو مولوی محمد علی کی بابت فتویٰ تھا اَب ان سے تعلق اور عقیدت رکھنے والے کا حکم معلوم ہو گیا۔ مولوی محمد علی چوں کہ اہلِ حدیث تھے اس لیے ظن غالب یہی ہے کہ ان سے تعلق و عقیدت رکھنے والے بھی غیر مقلدین ہی ہوں گے۔

امامت کا ڈھونگ... پیری مریدی کا جال

صحیفہ اہلِ حدیث میں شیخ حمید اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

"کھلی چھٹی کو ملاحظہ فرماتے ہی شیخ صاحب غیظ و غضب میں آ گئے۔ گھونگھٹ کی چادر کو چہرے سے اُٹھا دیا۔ جماعت غرباء اہلِ حدیث کے چار و ناچار بلا واسطہ منہ لگے۔ چنانچہ ایک اشتہار اپنے اسمِ گرامی سے بعنوان "عبد الوہاب آنجہانی کا سالانہ عرس" شائع فرمایا۔ جس میں الزامات کے ثبوت دینے کی بجائے بے لگامی، فحش کلامی کے حیرت انگیز مظاہرے اور کرشمے دکھائے ہیں جیسا کہ مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں درج ہیں۔ ملاحظہ کیجئے! فرماتے ہیں:

"امامت کا ڈھونگ، جھوٹی اور ملعون امامت کے گڑھے، پیری و مریدی کے جال، پٹے پٹائے... سالانہ عرس، عرس کی روٹیاں، غل غپاڑہ، امامیوں کی کھلی بے ایمانی، بے حیائی، بے شرمی ڈھٹائی، سفلہ پن کھو گئے، لال بجھکڑ، بوکھلاہٹ (وغیرہ وغیرہ) خدا کی قسم جی تو چاہتا تھا کہ

رخصت جزاء سیۃ سیۃ مبلھا سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے شیخ صاحب کو ان کی اس بے لگامی، فحش کلامی ، بد زبانی، نکتہ چینی کا مزہ چکھاتے ، کانفرنس کا ڈھونگ رچانے کا پول کھولتے ، کانفرنس کا چندہ جو جماعت غرباء اہلِ حدیث کے مقابلہ میں حق مٹانے کے لیے صرَف کیا جاتا ہے۔اس پر بھی کچھ روشنی ڈالتے۔ مگر شیخ صاحب چوں کہ اُس مقدس مذہب کے ایک فرد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔

ما اہلِ حدیثم دغا را نہ شناسیم

صد شکر کہ در مذہبِ ما حیلہ وفن نیست"

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ صفحہ ۴)

اس عبارت میں چند باتیں مذکور ہیں۔

۱۔ غرباء اہلِ حدیث کے امام عبد الوہاب کو "آنجہانی" کہا ہے۔

۲۔ ان کے عرس منائے جانے کا دعوی بھی ہے۔

۳۔ اشتہار میں بے لگامی، فحش کلامی کے حیرت انگیز مظاہرے اور کرشمے دکھائے ہیں۔

۴۔ غرباء میں امامت کا ڈھونگ اور پیری و مریدی کے جال ہیں وغیرہ۔

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے عقلی دلائل قرآن کی روشنی میں

علم الکلام کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اس میں اپنے عقائد کے ثبوت اور اس پر ہونے والے عقلی اشکالات کا رد عقل سے کیا جاسکتا ہے اور اس علم کی برکت سے اس اعتبار سے ایک کمال انسان میں پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ظاہر سی بات ہے کہ قرآن و حدیث اس کیلئے معتبر ہے جو اسے مانے اور جو اس کا منکر ہو اس پر عقائد کے ثبوت کیلئے عقلی استدلال سے مدد لئے بغیر چارہ کار نہیں۔ قرآن میں اللہ تعالی نے اپنے وجود کے ثبوت، عالم کے حدوث، بعثت پر جگہ جگہ عقلی استدلال پیش کئے۔ اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا ہے۔ ماضی اور حال دونوں کے مشرکین اس کو عقلا محال سمجھتے ہیں کہ ایک جسم جب مٹی میں ریزہ ریزہ ہو کر ختم ہو جائے تو وہ دوبارہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے؟ قرآن نے ان کے اس نام نہاد عقلی ڈھکوسلے کے رد میں زبردست عقلی شواہد پیش کئے۔ مفسر قرآن، متکلم، فلیوسف حضرت امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن نے عقلی طور پر بعثت بعد الموت کو ”تین طرح“ سے ثابت کیا ہے جس کا خلاصہ بندہ یہاں پیش کر رہا ہے۔

پہلا طرز

منکرین نے ان الفاظ میں بعثت کا انکار کیا کہ

أإذا مِتْنا وكنّا ترابا وعِظاما أإنّا لمبْعُوثون أوآباؤُنا الأوَّلُون[الْواقِعةِ: 47]

کیا جب ہم مر جائیں اور ہڈیاں مٹی ہو جائیں تو کیا ضرور ہم اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ داد بھی؟

اللہ پاک نے اس عقلی شبہ پر پہلے طرز کے عنوان سے چار طرح سے رد کیا:

نمبر:1

أفرأيْتُمْ ما تُمْنُون ءأنْتُمْ تخْلُقُونهٗ أمْ نحْنُ الْخالِقُون [الْواقِعةِ: 58، 59]

تو بھلا دیکھو تم جو منی گراتے ہو کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم؟

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

وجہ استدلال اس طرح سے ہے کہ منی ہضم سے حاصل ہوتی ہے انسان کھاتا پیتا ہے وہ کھانا ہضم ہو جاتا ہے اور ہضم ہونے والے ذرات اس کے تمام جسم میں مختلف اطراف میں پھیل جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ منی نکلتے ہوئے پورے بدن میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ قوت شہوت سے منی کے وہ تمام اجزا پورے بدن سے جمع کر کے منی کے قطروں میں اکھٹے ہو جاتے ہیں اور رحم میں قطرے جا کر اس سے انسان بن جاتا ہے۔ اب غور کرنے کے بات ہے انسان زمین کے متفرق حصوں سے سبزی ترکاریاں پھر گوشت وغیرہ کھاتا ہے یہ سب پیٹ میں جانے کے بعد ہضم ہو جاتے ہیں اور ہضم والے مادے پورے جسم میں پھیل جاتے ہیں اسی سے منی بنتی ہے اب جو اللہ بدن کے متفرق حصوں میں سے منی کے اجزا کو اکھٹا کر کے ایک جگہ جمع کر کے اس میں سے ایک انسان پیدا کر سکتا ہے اس کیلئے کیا مشکل ہے کہ اسی انسان کے اجزا جب مٹی میں رل مل جائیں اسے دوبارہ قیامت میں اکھٹا کر کے کامل انسان بنادے؟

دوبارہ اٹھائے جانے کے اس زبردست عقلی استدلال کو قرآن میں جگہ جگہ یوں دہرایا گیا ہے:

ألمْ يكُ نُطْفة مِنْ مَنِى يُمْنى ثمَّ كان علقة فخلق فسوّى [القيامة: 37، 38]

کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے پھر خون کا لو تھڑا ہوا تو اس نے پیدا فرمایا اور ٹھیک کیا۔

فلْينْظُر الإنْسانُ مِمَّ خُلِق خُلِق مِنْ مّاءٍ دافِقٍ يخْرُجُ (إلى قوْلِه): إنّهُ على رجْعِه لقادِرٌ [الطّارق: 5- 8]

آدمی کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے بنایا گیا ٹپکتے ہوئے پانی سے۔

نمبر:۲

اللہ نے قرآن میں فرمایا:

أفرأيْتُمْ ما تحْرُثُون ءأنْتُمْ تزْرعُونهُ (إلى قوْلِه): بلْ نحْنُ محْرُومُون [الْواقِعة: 63- 67]

یہ تو بتاؤ تم جو بوتے ہو اسے تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔

اس آیت سے بعثت پر استدلال یوں ہو گا کہ زمین میں جو دانے ڈالے جاتے ہیں اس کی اقسام مختلف ہے کوئی طویل کوئی چھوٹا کوئی مثلث کوئی مربع کوئی شق کوئی غیر شق جب اس کو مٹی میں ڈالا اور اس پر پانی ڈالا تو عقل کا تقاضہ یہ

ہے کہ اس سے بدبو آئے کیونکہ مٹی اور پانی میں ملنے کے بعد اس نے سڑنا اور خراب ہونا ہے مگر معاملہ بر عکس ہے کہ جب دانے میں رطوبت جاتی ہے تو وہ پھٹ جاتا ہے اس سے پودا اگتا ہے پھر بعض دانے سخت ہوتے ہیں جیسے گھٹلیاں۔ پھر مزے کی بات اس میں دو قسم کے پودے نکلتے ہیں ایک ھابط جڑ نیچے کی طرف دوسرا صاعد درخت اوپر کی طرف اب عناصر ایک ہے پانی مٹی مگر گھٹلی سے اوپر کی طرف درخت نکل رہا ہے نیچے کی طرف جڑ اللہ اکبر جو ایک گھٹلی سے مٹی میں ملنے کے بعد اتنا بڑا درخت نکال سکتا ہے اس کیلئے کیا مشکل ہے کہ اسی زمین میں ملا ہوا انسان دوبارہ نکال دے؟

نمبر:۳

أفرأيْتمُ الْماء الّذِي تشْربُون ءأنْتمْ أنْزلْتمُوهُ مِن الْمُزْنِ أمْ نحْنُ الْمُنْزلون؟

[**الْواقِعةِ**: 68، 69]

ذرا بتاؤ تو سہی جو پانی تم پیتے ہو اس کو بادلوں سے ہم نے اتارا یا تم نے؟

طرز استدلال یوں ہے کہ پانی طبعاً ثقیل (بھاری) ہے اس پر اوپر جانا خلاف عادت ہے۔ پھر یہ پانی زمین کے مختلف حصوں میں مختلف قطروں کی صورت میں جمع ہوتا ہے جب اللہ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ زمین کے مختلف متفرق حصوں میں موجود بکھرے ہوئے قطروں کو خلاف عادت اوپر کی طرف اٹھائے پھر ایک بادل کی صورت دے اور جہاں ضرورت ہو وہاں دوبارہ متفرق قطرے قطرے کر کے بہائے تو اس اللہ کیلئے کیا مشکل ہے کہ زمین میں دفن مردہ اگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مختلف اجزا کی صورت میں مٹی میں مل گیا تو اسے دوبارہ جمع کر کے پھر زندہ کر دے؟ جب وہ ذات اجزائیہ مائیہ متفرقہ کو جمع کر سکتا ہے تو انسان کے اجزائے ترابیہ کو جمع کیوں نہیں کر سکتا؟

نمبر:۴

أفرأيْتمُ النّار الّتِي تورُون ءأنْتمْ أنْشأتمْ شجرتها أمْ نحْنُ الْمُنْشِؤن

[**الْواقِعةِ**: 71، 72]

ذرا بتاؤ وہ آگ جو تم روشن کرتے ہوئے اس کا درخت کیا تم نے اگایا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے؟

طرز استدلال یوں ہے کہ آگ اوپر اٹھنے والی چیز، درخت نیچے جانے والی چیز، آگ لطیف، درخت کثیف، آگ نوری، درخت ظلماتی، آگ گرم وخشک، درخت سرد و تر، یہ دونوں آپس میں متضاد قوتیں ہیں لیکن اللہ نے ان دونوں کو جمع کر دیا درخت میں سے آگ نکل رہی ہے تو اگر انسان کے اجزا مٹی کے اجزا میں مل گئے تو جو اللہ نے

لکڑی(درخت) میں سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ اس مٹی میں سے اسی مٹی سے بنے ہوئے انسان کو دوبارہ نکالنے پر قادر کیوں نہیں ؟اسی کو ایک اور مقام پر یوں بیان کیا

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا

[**يس**: 80]

جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی۔

دوسرا طرز

اللہ تعالی انسان کو غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے کہ کسی چیز کو اول دفعہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے جب اس کا کوئی نقشہ کوئی صورت کوئی اجزا موجود نہیں جب ایک دفعہ اس کو بنادیا اور وہ تباہ ہو گیا تو دوسری دفعہ اس کو پیدا کرنے پہلی دفعہ سے زیادہ آسان ہوتا ہے تو جب اللہ بغیر کسی نقشے کے اس انسان کو پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے تو دوسری دفعہ جب وہ خاک ہو گیا تو پیدا کرنے پر قادر کیوں نہیں ؟اس کو مختلف انداز سے یوں بیان کیا

وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ [**الْبَقَرَةِ**: 28]

بھلا تم کیسے خدا کے منکر ہو گئے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت دے گا پھر زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاوگے۔

وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا ءإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا قُلْ كُونُوا حِجَارَةً(إلى قَوْلِهِ): قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ [**الْإِسْرَاءِ**: 49- 51]

اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کیا سچ مچ نئے بن کر اٹھیں گے فرماو تم پتھر ہو جاو کہہ دیجئے وہی ہے جس نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ [**يس**: 79]

وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی دفعہ پیدا کیا۔

تیسرا طرز

آسمانوں پر غور و فکر کرنے کا حکم دیا کہ جو ذات اس قدر زبر دست آسمان پیدا کر سکتی ہے اس میں سورج چاند ستارے بنا سکتی ہے اور ایک نظم سے کروڑوں سالوں سے بنا کسی تعطل کے اس نظام کو چلا رہی ہے اسے ایک معمولی انسان کو دوبارہ زندہ کرنے میں کیا مشکل بھلا پیش آسکتی ہے ؟

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ

[الإسْراءِ: 99]

أولَيْسَ الّذِي خلق السَّماواتِ والأرْض بِقادِرٍ على أنْ يخْلق مِثْلهُمْ بلى وهُو الْخلّاقُ الْعلِيمُ

[يس: 81]

أولمْ يروْا أنَّ اللّہ الّذِي خلق السَّماواتِ والأرْض ولمْ يعْي بِخلْقِهِنَّ بِقادِرٍ على أنْ يُحْيِي الْموْتى بلى اِنّہ على كلّ شيْءٍ قدِيرٌ

[الأحقاف: 33]

(تفسیر کبیر جلد ۱، ص ۴۴۵ تا ۴۴۷، مکتبہ حقانیہ پشاور)

پہلے زمانے کے فقہاء حدیث کے زبردست ماہر ہوتے تھے

امام ذہبی رحمہ اللہ الامام العلامہ شیخ الحنفیہ بخراسان ابو الحسن علی بن موسیٰ القمی الحنفی رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کہ بہت سے علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔۔۔

پھر فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں جہاں محدثین فقہ میں ماہر ہوتے تو دوسری طرف اہل رائے یعنی فقہاء حدیث میں بہت زیادہ مہارت و بصیرت (بصراء بالحدیث) رکھتے احادیث کے حصول کیلئے قریہ قریہ سفر کرتے اور حدیث کی معرفت میں کوشش کرتے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۵۷)

امام قمی رحمہ اللہ کا انتقال 593 ہجری میں ہوا جب اس زمانے میں فقہاء حدیث کے عالم ہوتے صرف عالم ہی نہ بہت زیادہ اس فن میں صاحب بصیرت ہوتے اور اس کو سیکھتے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تو مجتہد مطلق پہلی صدی ہجری کے فقیہ تھے ان کی حدیث کی طلب شوق و مہارت کا کیا عالم ہو گا؟ یہی وجہ ہے کہ آپ کے شاگردوں کے شاگرد بعد میں امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ بنے، الحمد اللہ

(تحریر علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب)

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ

عقیدہ حیات کے پاسبان

حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر اطہر میں حیات حاصل ہے اور جسد عنصری (دنیا والا جسم) ہی حیات سے فائز ہے۔ اس حیات کی وجہ سے روضہ پر پڑھنے جانے والے درود وسلام کو سنتے ہیں۔

مگر بریلویوں کے قائد احمد رضا خان بریلوی نے جب علمائے دیوبند کی طرف غلط عقائد منسوب کئے تو منجملہ الزامات کے ایک الزام یہ بھی لگایا کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کے قائل نہیں۔ خان صاحب کے علمائے دیوبند کی طرف منسوب کردہ غلط عقائد علمائے حرمین (مکہ و مدینہ) کے پاس پہنچے تو انہوں نے تحقیق کے لیے علمائے دیوبند سے ۲۶ سوالات کئے، ان میں ایک سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر سے متعلق تھا۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ نے ان سولات کے جوابات لکھے اور بہت سے علماء نے اس پر تائیدی دستخط کئے، پھر سوالات وجوابات کے اس مجموعہ کو "المہند علی المفند" کے نام سے شائع کیا گیا۔

علمائے حرمین نے ان جوابات (جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر اور سماع کے اثبات کا جواب بھی تھا) کو پڑھ کر علمائے دیوبند کو اہلِ سنت قرار دیا۔ قاضی محمد اسلم سیف غیر مقلد لکھتے ہیں:

> "حرمین کے علمائے کرام اور شیوخ نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کو شیطان بصورت انسان قرار دیا، اور دھوکہ باز اور فریبی گردانا، جب کہ علمائے دیوبند کے عقائد کو اہلِ سنت والجماعت کے عقائد قرار دیا، اور سوال وجواب کی صورت میں "المہند علی المفند" کے نام سے شائع کیا۔"

(تحریک اہلِ حدیث تاریخ کے آئینے میں صفحہ ۳۰۹)

"المہند علی المفند" کی اشاعت اور علمائے حرمین کے تائیدی فتوے کے بعد مولانا احمد رضا خان بریلوی کے اعتراضات دم توڑ گئے، البتہ کچھ عرصے بعد توحید وسنت کے کا لیبل لگا کر ایک جماعت وجود میں آگئی، جس کا دعویٰ

یہ تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کے متعلق علمائے دیوبند کا عقیدہ صحیح نہیں۔ یہ لوگ اپنی جماعت کو "اشاعۃ التوحید و السنۃ" کہتے ہیں مگر عرف عام میں انہیں مماتی (بعض علاقوں میں چتروڑی اور پنج پیری) کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں مردہ ہیں، (نعوذ باللہ) روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہر گز نہیں۔ علمائے دیوبند نے جیسے مولانا احمد رضا خان صاحب کے اعتراضات کو دلائل کی دنیا میں غلط ثابت کر دیا ،اسی طرح ان اشاعتیوں (مماتیوں) کا بھی بھرپور تعاقب کیا۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کا مختصر تعارف

مماتیوں کا تعاقب کرنے والے علمائے دیوبند میں ایک نمایاں نام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کا ہے۔ آپ پاکستان کے مشہور و معروف عالم دین ہیں، آپ کی پیدائش ۱۹۳۴ء بروز بدھ بمطابق ۱۸/ ذوالحجہ ۱۳۵۲ کو ہوئی، حافظ محمد رمضان اور مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی غیر مقلد کے پاس پڑھتے رہے۔ بعد میں حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے شاگردوں: حضرت مولانا عبد الحنان رحمہ اللہ اور مولانا عبد القدیر رحمہ اللہ کے سمجھانے پر غیر مقلدیت سے تائب ہو کر اہل سنت کا مسلک قبول فرمایا اور پھر اپنے تائب ہونے کی داستان قدرے تفصیل کے ساتھ اپنے ایک مضمون "میں حنفی کیسے بنا؟" میں بیان فرمادی ہے۔ یہ مضمون "تجلیات صفدر جلد اول"، طبع مکتبہ امدادیہ ملتان میں شائع ہو چکا ہے۔

حضرت نے مختلف مدارس میں پڑھایا، زندگی کے آخری سالوں میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں علماء کرام کو مناظرہ پڑھاتے رہے، تصنیفی میدان میں انہوں نے فرق باطلہ وضالہ کے رد میں کئی رسائل تحریر کئے، جنہیں بعد میں "تجلیات صفدر" کے نام سے یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس کی سات جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں اور سنا ہے کہ آٹھویں جلد کی بھی تیاری ہو رہی ہے، تقریری خدمات میں ان کی تقاریر کا مجموعہ "خطبات صفدر" اور "خطبات امین" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

حضرت نے اپنی زندگی میں بیسیوں مناظرے کئے، ان میں سے کئی مناظرے ایسے ہیں جو "یادگار" کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً علامہ احمد سعید مماتی سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر، مولانا عبد العزیز نورستانی غیر مقلد سے مکمل نماز کے موضوع پر اور زحافظ بیر علی زئی غیر مقلد کے استاد پیر بدیع الدین راشدی غیر مقلد سے مختلف موضوعات پر مناظرے کئے۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”پیر صاحب سے میرا تاریخی مناظرہ ہوا، یہ مناظرہ چھ گھنٹے کا ہے، جس میں مسئلہ تقلید، قراءۃ خلف الامام، آمین بالجہر پر مناظرہ ہوا اور پیر صاحب کا علمی پندار خاک میں مل گیا۔“

(تجلیات صفدر: ۶/ ۳۳۵)

۳/ شعبان ۱۴۲۱ھ بمطابق ۳۱/ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، نماز جنازہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے صاحب قاضی ظہور الحسن صاحب نے پڑھائی، اوکاڑہ میں اپنے آبائی گاؤں ۵۵ٹو، ایل کے قبرستان میں دفنایا گیا۔

وفات کے کچھ عرصہ بعد دو خصوصی نمبر آپ کی یاد میں شائع ہوئے: ایک ماہ نامہ حق چار یار لاہور سے اور دوسرا ماہ نامہ الخیر ملتان سے۔ ان میں سے پہلا ۳۴۷ صفحات پر مشتمل اور دوسرا ۴۶۰ صفحات کو محیط ہے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے عقیدہ حیات کے حوالہ سے جو خدمات سر انجام دی ہیں وہ کئی طرح کی ہیں، مثلاً تحریری، تقریری، تدریسی، مناظرانہ اور اَفراد سازی وغیرہ۔ ذیل میں اس اجمال کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

ا: تحریری خدمات

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کو عقیدہ حیات کے حوالہ سے تحریری خدمت کا موقع کم ملا، اور پھر ان کا تحریری مواد سارا شائع بھی نہیں ہو سکا مثلاً حضرت فرماتے ہیں:

”مفتی احمد الرحمن صاحب نے جو (نیوٹاؤن مدرسہ کراچی کے) مہتمم تھے، دار الافتاء والوں سے کہہ دیا تھا کہ جو سوال مماتیوں یا غیر مقلدوں کی طرف سے آئیں، اس کا جواب حضرت مولانا امین صفدر (رحمہ اللہ) کو لکھنے کے لیے دیا کرو، ایک فتویٰ حیات کے مسئلہ پر آیا، میں نے آٹھ صفحات پر اس کا جواب لکھا۔“

(خطبات صفدر: ۳/ ۲۵۳، طبع ملتان)

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ ہمیں مطبوعہ شکل میں دستیاب نہیں ہو سکا اور نہ ہی اس کے مسودہ کا علم ہے کہ وہ کہاں گیا؟ ان کی تحریری خدمات جو مطبوعہ صورت میں ہمارے سامنے آئی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

اول: آپ نے ایک مضمون ”کچھ اصول مناظرہ“ تحریر فرمایا، جس میں اصول مناظرہ بیان کرنے کے بعد حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثبات اور مولانا محمد حسین (مماتی) کی کتاب ندائے حق پر نقد کیا ہے۔

=÷

دوم: دوسرا مضمون ”مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پس منظر“ تحریر کیا جس میں ”المہند علی المفند“ کے دَور تصنیف سے لے کر اپنے زمانہ تک قائلین حیات کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی منکرین حیات کی ابتداء اور ان کے اصلی چہروں کی نقاب کشائی فرمائی ہے۔ یہ دونوں مضمون تجلیات صفدر جلد ہفتم طبع ملتان میں شائع ہو چکے ہیں۔

سوم: آپ نے حضرت مولانا نور محمد تونسوی صاحب (رحمہ اللہ) کی کتاب ”الحیات بعد الوفات یعنی قبر کی زندگی“ پر تقریظ لکھی ہے، جس میں مجملہ باتوں کے ”المہند علی المفند“ کا پس منظر، عقیدہ حیات کی اہمیت اور اس حوالہ سے لکھی گئی کتابوں کا تعارف اور آخر میں مصنف کی کاوش کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس کے علاوہ ہم حضرت رحمہ اللہ کی اس موضوع سے متعلقہ کسی تحریر سے آگاہ نہیں ہو سکے۔

۲: تقریری خدمات

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے ملک بھر کے طول و عرض میں مختلف شہروں اور علاقوں میں بہت سی تقریریں کی ہیں، ان میں سے متعدد تقریریں کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔ (۱) خطبات صفدر تین جلدیں مرتب: حضرت مولانا نعیم احمد صاحب دام ظلہ (۲) خطبات صفدر دو جلدیں، مرتب حضرت مولانا عبد الغنی طارق صاحب دام ظلہ (۳) خطبات امین فی الحال ایک جلد شائع ہوئی ہے۔ اس کے مرتب حضرت مولانا ظفر اقبال صاحب حفظہ اللہ ہیں۔

ان کتابوں میں متعدد تقریریں عقیدہ حیات کے موضوع پر ہیں۔ اس وقت خطبات صفدر مرتب حضرت مولانا نعیم احمد صاحب میرے سامنے ہے۔ اس کی تیسری جلد میں تین تقریریں بعنوان اثبات قبر، مسئلہ حیات الانبیاء، تقریر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ تین تقریریں ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ اپنی تقریروں میں عموماً درج ذیل الفاظ کی حقیقت سمجھایا کرتے تھے: موت کا معنیٰ، قبر کا مفہوم اور عذاب قبر کی صحیح صورت، حیات کا معنیٰ، برزخ کا معنیٰ، عقیدہ حیات میں محل نزاع کا تعین وغیرہ۔

اس کے ساتھ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل بیان کرتے، مخالفین کے اشکالوں کا جواب مرحمت فرماتے تھے۔ حضرت کی مجملہ خوبیوں میں ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ آپ کا انداز بیان عام فہم ہوتا تھا یہاں تک کہ

اَن پڑھ لوگ بھی ان کے بیان کو بخوبی سمجھ لیتے تھے ،اس لیے ان کی تقریروں سے عوام الناس کو بہت فائدہ ہوا اور عقیدہ حیات کا خوب پرچار ہوا۔ والحمدللہ

۳: درس وتدریس

عقیدہ حیات کے حوالہ سے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی تیسری خدمت درس وتدریس کی ہے، آپ ملک کے مختلف مدارس میں کورس پڑھانے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے خاص کر جامعہ خیر المدارس ملتان میں باقاعدہ ایک کلاس ہوتی تھی جسے پورا سال تقابل ادیان پڑھاتے۔ اسی طرح دورہ حدیث شریف اور درجہ مشکوۃ کی کلاس کو ہر پندرہ دن کے بعد ایک سبق پڑھایا کرتے تھے، انہوں نے شاگردوں کو مختلف موضوعات پر پڑھایا، ان میں عقیدہ حیات بھی شامل ہے۔

آپ کے کچھ دروس تو کیسٹوں میں محفوظ ہیں، جنہیں نقل کرکے خطبات میں شامل کردیا گیا ہے اور کچھ دروس آپ کے شاگردوں کے پاس مسودات کی شکل میں موجود ہیں، کم دروس ایسے ہیں جو طبع ہوئے۔ مثلاً حضرت مولانا عبد الرزاق صفدر صاحب نے آپ کے دروس کو منضبط کرنے کے بعد انہیں ’’تریاق اکبر بزبان صفدر‘‘ کے نام سے امت کے سامنے پیش کردیا ہے۔ اس کا پانچواں باب عقیدہ حیات پر مشتمل ہے جو ۶۳ صفحات میں پھیلا ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت رحمہ اللہ کے دروس کا کچھ حصہ آپ کے برادر زادہ مولانا محمود صفدر اوکاڑوی صاحب نے اپنی کتاب ’’تسکین الاذکیا فی حیات الانبیاء‘‘ میں شائع کردیا ہے جزاہما اللہ احسن الجزاء۔

۴: تشہیر کتب

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی چوتھی خدمت یہ ہے کہ اپنی تحریروں اور تقریروں، عام وخاص مجالس اور درس وتدریس میں عقیدہ حیات پر لکھی گئی کتابوں کا تعارف کراتے، ان کے مطالعہ کی ترغیب اور ان کے مصنفین کو خراجِ تحسین پیش کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ ان کتابوں کے خریدار ہوئے اور پھر ان کتابوں کے مطالعہ نے اپنے پڑھنے والوں کو عقیدہ حیات کی اہمیت و حقیقت سے خوب آگاہ کیا، اس طرح عقیدہ حیات کی اشاعت میں ایک نئے انداز سے اضافہ میں ہوا۔ حضرت رحمہ اللہ نے جن کتابوں کا تعارف کرایا ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(۱) ’’المہند علی المفند‘‘ تصنیف حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ

حضرت اوکاڑوی صاحب رحمہ اللہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ کتاب دنیا بھر کے اہلِ سنت والجماعت مسلمانوں کی مسلّمہ دستاویز ہے۔"

(تجلیات صفدر: ۷/ ۱۵۳)

(۲) حیات انبیاء کرام علیہم السلام، تصنیف حضرت مولانا عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ علماء کرام کو اکثر اس کتاب کے مطالعہ کا فرماتے تھے۔ (الخیر ملتان اشاعتِ خاص بیاد حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صفحہ ۲۳۹، ماہ نامہ حق چار یار اشاعتِ خاص بیاد حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صفحہ ۲۳۲)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"پھر حضرت اقدس مولانا سید عبد الشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ نے حیات انبیاء کرام تحریر فرمائی۔"

(تقریظ قبر کی زندگی تصنیف حضرت مولانا نور محمد تونسوی صفحہ ۲۰)

(۳) قہر حق، یہ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حتی کہ ۱۹۶۴ء کے (رسالہ) تعلیم القرآن میں یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ سے حیات فی القبر ثابت ہو رہی ہے، تعلیم القرآن اگر نہ ملے تو "قہر حق" کتاب میں اس کا فوٹو سٹیٹ ہم نے دیا ہوا ہے۔"

(خطبات صفدر: ۳/ ۱۷۳)

(۴) ضرب المہند، یہ بھی حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ کی کتاب ہے

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ مماتیوں کی ایک کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس کے رَد میں مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے کتاب لکھی "ضرب المہند" اس میں ان کے سارے مسئلوں کے جواب دیا ہے۔"

(خطباتِ صفدر: ۳/ ۲۹۹)

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

(۵) قبر کی زندگی تالیف حضرت مولانا نور محمد تونسوی صاحب (رحمہ اللہ)

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اس سلسلہ میں جناب مولانا نور محمد تونسوی ترنڈہ محمد پناہ والے نے ایک عام فہم اور مفصل کتاب تحریر فرمائی ہے، اس کتاب میں الحمد للہ ان (مماتیوں) کے نئے، پرانے وساوس کے بخئے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں۔‘‘

(تقریظ: قبر کی زندگی صفحہ ۲۰)

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ عقیدہ حیات کے حوالہ سے اکابر کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’اس بارہ میں سب سے پہلے پیر طریقت حضرت اقدس مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہ اور حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی نور اللہ مضجعہ نے کتابیں لکھیں، پھر جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم اور حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب (رحمہ اللہ) نے کتابیں تحریر کیں جن کی وجہ سے اس فتنہ کے آگے بندھ باندھ دیا گیا۔‘‘

(تقریظ قبر کی زندگی صفحہ ۲۰)

بہلوی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب کا نام ’’القول الجلی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ ہے۔ یہ معارف بہلویہ جلد اول میں شامل ہے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے ’’رحمت کائنات‘‘ تصنیف کی، ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی کتاب کا نام ’’مقام حیات‘‘ ہے اور شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی کتاب کو تو سبھی جانتے ہیں کہ وہ ’’تسکین الصدور‘‘ ہے۔

۵: مناظرے اور مباحثے

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی پانچویں خدمت ’’مناظرے اور مباحثے‘‘ ہیں، آپ نے منکرین حیات کے بڑے بڑے مناظرین کو شکست دے کر ’’عقیدہ حیات‘‘ کا تحفظ کیا۔ چنانچہ حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

=÷=

''فخر ملت مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں مماتیت اور غیر مقلدیت کے ابطال کی طرف زیادہ توجہ دی ہے اور ان دونوں گروہوں کے بڑے بڑے مناظرین کو شکست فاش دی ہے۔''

(ماہ نامہ الخیر ملتان، اشاعتِ خاص بیاد حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صفحہ ۳۱)

علامہ احمد سعید خان چتروڑی سے مناظرہ

علامہ صاحب کا تعارف محمد الفضاد مماتی کی کتاب ''خس کم جہاں پاک مطبوعہ مرکز اشاعۃ التوحید و السنۃ لالہ موسیٰ پاکستان اور مولانا نثار احمد الحسینی صاحب کی کتاب ''احمد سعید ملتانی، آغاز و انجام'' طبع حضرو اٹک میں موجود ہے۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے اس مناظرہ کو مولانا عبد الجبار سلفی صاحب حفظہ اللہ (لاہور) کتابی شکل میں منظر عام پہ لائے ہیں۔ اور اب ہمارے دوست مجلہ دو ماہی تسکین الصدور بہاول پور کے مدیر مولانا جمیل الرحمن عباسی صاحب دام ظلہ نے جدید اضافہ جات، نئے اسلوب اور مقدمہ ومتعدد تقاریظ کے ساتھ اپنے مکتبہ ''مکتبہ صفدریہ بہاول پور'' سے شائع کیا ہے۔ اس مناظرہ کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

(الف) حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور دل نشین گفتگو سے خان صاحب کو ایسا مرعوب کر دیا کہ وہ اخیر تک اپنا دعویٰ نہ تحریر کر سکے، حضرت انہیں للکارتے رہے کہ آپ تقریروں میں دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ستر آیات اور دو ہزار حدیثیں موجود ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ دلائل کس دعویٰ کے ہیں؟ جب دعوی لکھا ہی نہیں اس ثابت خاک کیا ہو گا؟

(ب) حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ آیت شہداء تلاوت کی تو خان صاحب نے کہا اگر حیات کے ساتھ کسی سنی عالم نے فی القبر کا قول لکھا ہو تو میں ناک کٹوا دوں گا۔ حضرت فی القبر کی صراحت کے ساتھ حوالہ پڑھتے، پھر پوچھتے اب تیری ناک کتنی رہ گئی کہ میں مزید حوالے اس حساب سے دوں؟ یہ بھی کہا گیا کہ خان صاحب کی ناک رہی ہی نہیں، کیسے کاٹیں؟

(ج) حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے آیت پڑھی کہ قرآن کی تصریح کے مطابق شہداء زندہ ہیں، خان صاحب نے کہا: **بل احیاء عند ربهم یرزقون** کہ وہ اپنے رب کے ہاں اوپر زندہ ہیں، زمینی قبر میں نہیں۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اول تو **عند ربهم** کا تعلق **یرزقون** سے ہے، نہ کہ **احیاء** سے۔ لہذا ترجمہ یہ

ہو گا کہ اپنے رب کے ہاں انہیں رزق دیا جاتا ہے، دوم یہ کہ اگر **عند ربھم** میں **عند** کا معنی رب کے پاس اوپر ہے تو قرآنی آیت: **ان الدین عند اللہ الاسلام** کا ترجمہ بھی اس طرح ہو گا کہ دین اسلام اللہ کے پاس (اوپر) ہے، دنیا میں نہیں ہے۔

(د) جب قرآن پڑھ کر کہا جاتا ہے کہ شہید زندہ ہیں، تو اس کے جواب میں مماتی لوگ حدیث ذِکر کرتے ہیں کہ شہیدوں کی ارواح پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں مگر خان صاحب نے یہ حدیث پیش نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں ابو معاویہ ہے جسے خان صاحب نے اپنی کتاب "دمدمۃ الجنود" میں تدلیس کا مریض کہا ہے اور دوسرا راوی اعمش ہے جسے خان صاحب نے شیعہ قرار دیا ہے، حضرت نے انہیں پہلے ہی فرما دیا تھا کہ سبز پرندوں والی حدیث نہ پڑھنا کیوں کہ آپ اس کے دو راویوں میں سے ایک کو مدلس اور دوسرے کو شیعہ کہہ چکے ہیں... لہذا پورے مناظرے میں انہوں نے یہ روایت پیش نہیں کی۔

مولانا یونس نعمانی سے مناظرہ

مماتی لوگ مولانا یونس نعمانی کو قابل مناظر شمار کرتے ہیں اُن سے حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمہ اللہ کا مناظرہ ہوا۔ اس مناظرے کی بابت کچھ باتیں پیش خدمت ہیں۔

(الف) حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے مناظرہ کی ابتداء ہی میں فرمایا کہ قرآن کی کسی آیت میں یہ بات مذکور نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے، اسی طرح کسی بھی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ میں فوت ہو گیا۔ لہذا یہ کہنا کہ قرآن کی کئی آیات اور بہت سی احادیث نبویہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں، صحیح نہیں۔

اس کے جواب میں مولانا یونس نعمانی صاحب نے یہ تسلیم کیا کہ واقعۃً قرآن اور احادیث نبویہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہو جانے کا بیان نہیں ہے، البتہ اُن کا وفات پا جانا امت کے اجماع سے ثابت ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ جب آپ دنیا والی موت کو اجماع کی وجہ سے مانتے ہیں تو دوسرا اجماع بھی تو مانیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں بتعلق روح حیات ہیں، ایک اجماع کا اقرار اور دوسرے کا انکار؟

(ب) جب بھی کوئی مناظرہ ہو تب فریقین میں دعوی اور جواب دعوی کی تنقیح ہونی چاہیے اور نقطۂ اختلاف واضح کرنا چاہیے تاکہ سامعین کو پتہ چلے کس مناظر کے دلائل اس کے دعویٰ کے مطابق ہیں یا نہیں؟ عقیدہ حیات النبی

صلی اللہ علیہ وسلم میں نقطہ اختلاف یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں بتعلق روح حیات مانتے ہیں اور مماتیوں کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں مردہ ہیں۔(معاذ اللہ) یعنی محل نزاع قبر میں حیات اور عدم حیات ہے لہٰذا دلیل بھی قبر کی صراحت والی پیش کرنی چاہیے۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے حیات کے اثبات میں وہ حدیثیں پیش کیں جن میں حیات کے ساتھ قبر کا لفظ مگر نعمانی صاحب اس سے عاجز رہے۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

> ”ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ صرف ایک حدیث پیش کریں کہ نبی اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں، یہ قیامت تک ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکتا۔“

(فتوحات صفدر:۳/۳۸۸)

نعمانی صاحب آخر تک قبر کی تصریح کے ساتھ موت والی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکے۔

(ج) نعمانی صاحب بزعم خود اپنے دعویٰ پر قرآن کی کوئی آیت پیش کرتے تو حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے:

> ”اس آیت کے تحت چودہ صدیوں میں کسی ایک مفسر نے لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں حیات نہیں، صرف ایک نام پیش کریں۔“

(فتوحات صفدر:۳/۳۸۵)

اسی طرح کی بات صفحہ ۴۱۱ پہ بھی ہے۔

مگر نعمانی صاحب مطالبہ کے مطابق کوئی حوالہ بھی کسی مفسر کا پیش نہیں کر سکے۔

(د) نعمانی صاحب نے اپنے دعویٰ کو بزعم خود مدلل کرنے کے لیے روایت پڑھی کہ اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔“ او کما قال علیہ السلام۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اس کے راوی مجالد بن سعید پر جرح کر کے اس روایت کو ضعیف ثابت کر دیا ہے۔ غیر مقلدین بھی پہلے اس روایت کو تقلید کے خلاف پیش کیا کرتے تھے مگر دَور حاضر کے آلِ غیر مقلدیت نے اس کا ضعف تسلیم کر لیا ہے۔(تلاش حق صفحہ... واضواء المصابیح:۱/۲۳۹)

=÷

٦: ذہن سازی

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی چھٹی خدمت ذہن سازی کی ہے۔ آپ نے خصوصی مجالس اور عمومی جلسوں میں اپنوں اور بیگانوں کے ذہن میں گردش کرنے والے اشکالات کے جوابات دیئے۔ اس کا آپ خاص اہتمام فرماتے، اپنی تقریر کے آخر میں سوالات کرنے کی اجازت دیتے پھر تسلی بخش جواب ارشاد فرماتے۔ سوالات و جوابات کے مجموعے بھی ان کے خطبات میں شائع ہو چکے ہیں۔

اور اگر وقت کی گنجائش ہوتی تو تقریر سے پہلے یا بعد میں وہاں (جلسہ گاہ یا مہمان خانہ میں) بیٹھ جاتے اور لوگ براہ راست آپ سے سوال کر کے اپنے اشکال دُور کرتے، اس سلسلہ کے چند سوالات اور ان کے جوابات آپ بھی پڑھیں۔

(۱) ایک شخص نے سوال کیا کہ کسی شخص کی وفات کے فوراً بعد اس کی آنکھ یا کوئی اور عضو نکال کر زندہ آدمی کو لگا دیا جاتا ہے، کیا اس عضو کو بھی عذاب ہوتا ہے؟ جب کہ زندہ آدمی کو وہ محسوس نہیں ہوا کرتا۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ وہ برزخ کا عذاب ہے، جسے عموماً محسوس نہیں کرتا۔ پھر اس کو مثال سے سمجھایا کہ جیسے کیڑے مار دوائی پینے سے پیٹ کے اندر کیڑے مر جاتے ہیں مگر پینے والے انسان کو تکلیف نہیں ہوتی۔ (خطبات صفدر: ۳/ ۲۴۹)

(۲) ایک صاحب نے کہا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح (دل) میں مرکوز ہو گئی تھی۔ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **اللہ یتوفی الانفس حین موتھا**، اللہ روح کو قبض کر لیتا ہے موت کے وقت“

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے جواب دیا: قبض بسط کے مقابلہ میں بھی آتا ہے، میرا ہاتھ کھلا تھا میں نے ہاتھ بند کر لیا یہ بھی قبض ہے، اسی طرح روح پورے جسم میں پھیلی ہوئی تھی اس کو دل میں مرکوز کر لیا، یہ بھی قبض ہے **توفی** کے خلاف نہیں۔

(۳) سوال ہوا کہ اگر امتی کا درود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جاتا ہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حیات تھے، نماز پڑھتے تھے، کیا نماز والا ان کا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا تھا؟ آپ نے کیسے انہیں شہید سمجھ کر بیعت لینا شروع کر دی تھی؟

=÷=

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اس کا یوں جواب دیا:

"سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ تیسرے دن صبح اُڑائی گئی تھی اور دوپہر تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس آگئے تھے، اس دَوران نماز کا کوئی کا وقت ہی نہیں آیا تھا تو پھر نماز والے درود کو مدار بنا کر سوال کرنا بے فائدہ اور عقیدہ حیات پر بے جا حملہ ہے۔"

(خطبات صفدر:۳/ ۲۶۲)

مماتی لوگ اب مذکورہ بالا اعتراض کرنا چھوڑ گئے محسوس ہوتا ہے کہ اس اعتراض کا فضول ہونا وہ بھی جان گئے ہیں۔

(۴) روایت میں آیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روضہ میں دفن ہوئے تو اس کے بعد میں جب بھی حجرہ میں داخل ہوتی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پردہ کرتی، چادر اوڑھ کر حجرہ شریف میں جاتی۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے گجرات میں دورانِ درس یہ روایت بیان کی تو کسی پروفیسر نے کہا اتنی بے عقلی کی بات اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں کر سکتیں، کیوں کہ جو نظر / نگاہ چھ فٹ مٹی سے اوپر آسکتی ہے، وہ کپڑے سے اندر کیوں نہیں جاسکتی؟

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ ایک چیز بڑی سخت چیز سے پار ہو جاتی ہے مگر نرم سے نہیں، جیسے لوہے کے بڑے ستون ہوں بجلی کا کرنٹ ایک طرف سے دوسری جانب تک پہنچ جاتا ہے مگر تھوڑا سا ربڑ جو لوہے سے بہت ہی باریک اور نرم ہے اس سے کرنٹ پار نہیں ہوتا۔ اسی طرح خواب میں انسان دور دراز کے ملکوں کی سیر کرتے ہوئے لوگوں کو کپڑوں میں ملبوس دیکھتا ہے اب کوئی اعتراض نہیں کرتا جو نگاہ اتنی دُور تک خواب میں پہنچ چکی ہے وہ وہاں کے لوگوں کے کپڑوں کو چیر کر جسموں تک کیوں نہیں پہنچتی؟ پروفیسر صاحب یہ جواب سن کر کہنے لگے کہ ہم آج آپ پر حملہ کرنے کے لیے آئے تھے مگر آپ نے ہمیں تسلی بخش جواب دے کر ہمارے دِلوں کو جیت لیا ہے۔ (خطباتِ صفدر:۳/ ۳۵۰)

اس طرح سمجھانے اور سوالوں کے جوابات دینے سے کئی لوگوں کے ذہنوں سے وسوسے دُور ہو گئے اور بعضے راہ راست پر بھی آگئے۔

=÷

۷: افراد سازی

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی ساتویں خدمت یہ ہے کہ انہوں نے عقیدہ حیات کا پرچار کرنے والے اور اس موضوع پر تقریر، تحریر، تدریس اور مناظر کرنے والے افراد تیار کئے ہیں۔ ایسے افراد کی تعداد بہت زیادہ ہے ان میں سے چند اشخاص یہ ہیں۔

(۱) مولانا عبد الحق خان بشیر حفظہ اللہ

آپ ادیبانہ انداز میں لکھنے والے محقق و مصنف ہیں، عقیدہ حیات کی کئی طرح سے خدمت کی ہے، ان میں ایک پہلو تحریر کا ہے، آپ نے اس حوالہ سے مختلف کتابیں، مضامین اور اشتہار تحریر کئے ہیں مثلا:

(الف) عقیدہ حیات کے منکرین کی ابتداء، اس فرقہ کی چیرہ دستیاں، اس کے مناظرین کی شکستیں اور منکرین حیات کا شرعی حکم وغیرہ حوالہ سے ان کی ایک تحریر "ماہ نامہ الخیر ملتان، اشاعتِ خاص بیاد حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی صفحہ ۳۸۴ تا ۳۹۴" پر موجود ہے۔

(ب) تحریری خدمات میں دو اشتہار بھی شامل ہیں۔ (۱) گجراتی فتنہ کا بیڑا غرق (۲) توحید کے نام پر یہ نام فراڈ کب تک؟ یہ اشتہار حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی مشاورت سے تحریر کئے تھے۔

(ج) ان کی ایک تصنیف "عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی" ہے جو ایک عرصہ سے شائع ہے۔

(د) ان کا ایک مفصل مضمون قسط وار دو ماہی مجلہ نورِ بصیرت بہاول پور میں بعنوان "منکرین حیات انبیاء علیہم السلام کی مرحلہ وار فکری شکست" شائع ہوتا رہا ہے۔

تنبیہ: مجلہ نور بصیرت کا نیا نام "تسکین الصدور" ہے اس میں غیر مقلدیت، مماتیت اور بریلویت کے متعلق تحقیقی و تنقیدی مضامین شامل ہوتے ہیں۔

(۲) مولانا عبد الغفار ذہبی صاحب

آپ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں، آپ نے متعدد مقامات پر عقیدہ حیات کے اثبات میں تقریریں کی ہیں، بعض تقریریں ریکارڈ بھی ہیں، کئی سال سے علماء کرام کو مناظرہ پڑھا رہے ہیں، آپ

کے مجملہ اسباق میں ایک سبق "عقیدہ حیات" کا بھی ہوتا ہے، آپ ماشاء اللہ بہت اچھے مناظر ہیں اور مناظرہ میں کئی بار معاون کی حیثیت سے بھی خدمت سرانجام دے چکے ہیں۔

تنبیہ: جب یہ مضمون لکھا تب حضرت ذہبی صاحب زندہ تھے۔ ۲۰۲۲ء میں فوت ہو چکے ہیں اللہ ان کی مغفرف فرمائے اور درجات بلند کرے، آمین۔ حضرت ذہبی صاحب رحمہ اللہ پر مستقل مضمون لکھنے کا ارادہ ہے وباللہ التوفیق۔

(۳)مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب

آپ نے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ سے باقاعدہ مناظرہ پڑھا ہے، عقیدہ حیات کے حوالہ سے ماشاء اللہ بہت ہی باکمال مناظر ہیں، آپ نے اس عقیدہ کی اہمیت پر متعدد بیانات بھی کئے ہیں، آپ کے ایک بیان "آواز حق" کے عنوان سے کتابی شکل میں مطبوع ہے۔

تنبیہ: مولانا محمدی صاحب بھی چند سال پہلے فوت ہو چکے ہیں اللہ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

(۴)مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی حفظہ اللہ

آپ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے بھتیجے بھی ہیں اور شاگرد بھی۔ عقیدہ حیات کی کئی طرح سے خدمت کی ہے۔ ان میں ایک خدمت "تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء" ہے، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کے اخلاص میں اضافہ کرے، انہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے اور زیارت حرمین اور سعادتِ دارین نصیب فرمائے۔ آمین

۸: منکرین حیات کی تاریخ بیان کرنا

منکرین حیات اگرچہ اپنی قدامت کو ثابت کرنے کے لیے سلف صالحین کو اپنا ہم نوا بتاتے ہیں حتی کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اپنا ہم عقیدہ قرار دیتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری سے پہلے کوئی شخص ایسا نہیں ملتا جس کا عقیدہ ہو کہ وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہرگز نہیں اور آپ قبر میں بغیر تعلق روح کے یعنی مردہ ہیں۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

> "ان کے مناظر کو بھیجو، یہ ان میں سے ایسی کتاب لے کر آئے جو عنایت اللہ سے پہلے کی ہو اور اس میں ان کا تحریر کردہ عقیدہ لکھا ہوا ہو۔ میں شکست لکھ کر دے دوں گا۔"

(ماہ نامہ الخیر ملتان، اشاعتِ خاص بیاد حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی صفحہ ۲۱۱)

=÷

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا:

”عنایت اللہ شاہ کی پیدائش سے پہلے کسی چور، ڈاکو کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ جسم اطہر کے ساتھ روح کا تعلق نہیں ہے، یہ ہمارا چیلنج ہے کہ صحابی تو کجا، تابعی تو کجا، تبع تابعی تو کجا، محدث تو کجا، فقیہ کجا، کوئی چور، زانی، ڈاکو ایسا ہو جس کا عقیدہ یہ ہو کہ جسم پاک کے ساتھ روح اقدس کا تعلق نہیں ہے، ایک حوالہ بھی یہ قیامت تک پیش نہیں کر سکیں گے۔“

(خطباتِ صفدر: ۳/ ۴۲۵)

شجاع آباد میں عنایت اللہ شاہ بخاری تقریر کر رہے تھے اور حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ جلسہ گاہ میں مہمان خانہ تشریف فرما تھے، شاہ صاحب نے دَوران تقریر دعویٰ کیا کہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور فقہاء رحمہم اللہ علیہم کا وہی ”ممات فی القبر“ عقیدہ تھا جب انہوں نے یہ بات کہی تو کچھ نوجوانوں حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ سن رہے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: عنایت اللہ شاہ سے پہلے کوئی ایک آدمی بھی ان کا ہم عقیدہ نہیں ہے۔ ان نوجوانوں نے یہی بات تحریر کر کے نیچے حضرت رحمہ اللہ کا نام لکھ کر پرچی شاہ صاحب کو پکڑا دی۔ انہوں نے پرچی پڑھ کر فرمایا:

”ابن عبد الہادی“ ”صاحب الصارم المنکی“ میرا ہم عقیدہ ہے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ براہ راست تقریر سن رہے تھے شاہ صاحب کا یہ جواب سن کر خود ہی ایک پرچی تحریر کی کہ اب صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ علیہم آپ کو بھول گئے ہیں، صرف ایک نام ابن عبد الہادی کا یاد رہا۔ چلو اسی پہ فیصلہ کر لیتے ہیں، آپ ان کے عقیدہ پر دستخط کر دیں۔ وہ تو کافر مُردوں کا سماع بھی مانتے ہیں... شاہ صاحب نے پرچی پڑھی تو کہا کہ مناظرہ کرنا علماء کا کام ہے، میں تو طالب علم ہوں۔

(خطباتِ صفدر: ۳/ ۲۴۶)

یہاں حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمہ اللہ کا چیلنج بھی پڑھ لیں: حضرت لکھتے ہیں:

”بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۴۷ھ تک اہلِ سنت والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی روح مبارک

کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف و سلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذِکر نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق نہیں اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ **من ادعی خلافہ فعلیہ البیان ولا یمکنہ ان شاء اللہ تعالیٰ الی یوم البعث و الجزاء والمیزان۔**"

(تسکین الصدور صفحہ ۲۹۰)

حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا چیلنج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"جب سے تسکین الصدور شائع ہوئی ہے اسی وقت سے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم العالیہ (حضرت اس وقت زندہ تھے) کا چیلنج اہلِ اشاعت کے کانوں میں گونج رہا ہے، لیکن آج تک یہ حضرات کسی ایک عالم دین کا نام پیش کر کے حضرت شیخ کا جواب نہیں دے سکے"

(قبر کی زندگی صفحہ ۳۷)

حاصل یہ کہ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی آٹھویں خدمت منکرین حیات کی تاریخ پیدائش بیان کرنا ہے، حضرت نے چیلنج سے اس فرقہ کی ابتداء بتائی ہے جس سے اس کا نومولود ہونا عوام الناس کو معلوم ہوا اور وہ اسے نیا فرقہ سمجھ کر اپنے آپ کو ان سے بچاتے رہے۔

۹: منکرین حیات کے اصلی چہرہ کی نقاب کشائی

منکرین حیات کا گروہ اگرچہ نومولود فرقہ ہے مگر وہ اپنے اوپر نہ صرف اہلِ سنت کا لیبل لگاتا ہے بلکہ وہ اپنے آپ کو دیوبندی بھی ظاہر کرتا ہے۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی اس حوالہ سے نویں خدمت یہ ہے کہ انہوں نے ان کے چہروں سے نقاب اُلٹ کر ان کی اصلیت کو واضح کر دیا کہ یہ بدعتی لوگ ہیں، اہلِ سنت ہرگز نہیں۔ چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:

”اہلِ سنت سے خارج، اعتقادی بدعات کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسے تقدیر کا انکار کر دیا، عذابِ قبر کا انکار کر دیا، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔ یہ لوگ (مماتی) جو ہیں اہلِ سنت و الجماعت سے خارج ہیں۔ اب دیکھیں! امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **اعلم ان مذهب اهل السنة و الجماعة اثبات عذاب القبر** ، جان لو کہ بلاشبہ اہلِ سنت کا مذہب عذابِ قبر کا اثبات ہے۔“

(خطباتِ صفدر: ۳/ ۲۰۲)

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے مولانا یونس نعمانی (مماتی) سے مناظرہ کرتے ہوئے فرمایا:

” مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے دستخط المہند علی المفند پر بھی ہیں، لیکن مولوی یونس ’المُهَنَّد‘“ پر دستخط کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، اس لیے کہ علماء دیوبند کا نام یہ دھوکہ کے لیے لے رہا ہے۔“

(فتوحاتِ صفدر: ۳/ ۴۰۲)

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ ”المہند علی المفند“ کے بارے میں فرماتے ہیں:

” یہ کتاب دنیا بھر کے اہلِ سنت والجماعت مسلمانوں کی مسلمہ دستاویز ہے ... نیلوی، یونس وغیرہ (مماتیوں) نے (اس پر) دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے۔“

(تجلیاتِ صفدر: ۷/ ۱۵۴)

اگر مماتی لوگ دیوبندی ہونے کے دعویٰ میں سچے ہیں تو المہند پر دستخط کر کے اس میں مذکور تمام عقائد کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیں۔ المہند میں درج ذیل عقیدہ بھی ہے:

”ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی بلا مکلف ہونے کے ....“

(المہند علی المفند یعنی عقائد اہلِ سنت دیوبند صفحہ ۳۸)

یاد رہے کہ علمائے دیوبند سارے کے سارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کے قائل ہیں۔ ثبوت کے لیے حضرت مولانا نور محمد تونسوی صاحب کی کتاب ”عقیدۃ حیات قبر اور علمائے اسلام“ کا مطالعہ فرمائیں

=÷=

جس میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے لے کر حضرت مولانا علی شیر حیدری رحمہ اللہ تک چیدہ چیدہ علمائے دیوبند کی عقیدہ حیات کے اثبات میں عبارات نقل کی گئی ہیں۔

۱۰: مخالف کے گھر کی گواہیاں

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی عقیدہ حیات کے حوالہ سے دسویں خدمت یہ ہے کہ اپنے عقیدہ حیات کے اثبات اور اپنی تائید میں ان لوگوں کی عبارات نقل کی ہیں جنہیں مماتی لوگ اپنا "شیخ القرآن یا اپنا ہم عقیدہ" خیال کرتے ہیں، اسی طرح کی جو عبارات حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے نقل کی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱)۱۹۶۴ء کے تعلیم القرآن میں یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ سے حیات فی القبر ثابت ہو رہی ہے۔ تعلیم القرآن اگر نہ ملے تو قہر حق کتاب میں اس کا فوٹو سٹیٹ ہم نے دے دیا ہوا ہے۔"

(خطباتِ صفدر:۳/۱۷۳)

(۲) مماتیوں کے ہاں مستند شمار ہونے والے رسالہ "تعلیم القرآن" میں لکھا ہے:

> "حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ و السلام خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد الموت سب سے اعلیٰ، ارفع، اجمل، افضل حیاتِ برزخیہ عطا فرمائی گئی ہے، یہ جمہور اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے، اس پر کتاب اللہ، احادیث صحیحہ اور ارشادات صحابہ رضوان اللہ علیہم ہیں (اس عبارت سے پہلے لکھا ہے) اگر کوئی اس کو حیات دنیوی کے نام سے تعبیر کرے تو اس کو اہلِ سنت والجماعت سے خارج نہیں سمجھنا چاہیے۔ عنایت اللہ بخاری عفی عنہ۔
>
> (ماہ نامہ تعلیم القرآن جولائی، اگست ۱۹۶۰)

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت نقل کر کے لکھا ہے:

> "اس تحریر پر پچاس علمائے اشاعت کے دستخط ہیں... ظاہر ہے کہ حیات اسی جسم پاک کو عطاء ہوئی ہو گی، جس سے پہلے لی گئی تھی۔"
>
> (تجلیاتِ صفدر:۷/۱۵۵)

(۳) عقیدہ حیات کے حوالہ سے جب اختلاف ہوا تو دار العلوم دیوبند سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے تھے اور فریقین کو درج ذیل تحریر پر دستخط کرنے کے لیے آمادہ کیا:

”وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بیعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوۃ وسلام سنتے ہیں“

یہ تحریر مولانا غلام اللہ خان صاحب اور قاضی نور محمد صاحب کے دستخط کے ساتھ ماہ نامہ تعلیم القرآن ۲۲جون ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی ہے۔“

(تجلیاتِ صفدر:۷/۱۰۶)

یہاں مولانا عطاء اللہ بندیالوی (مماتی) کی عبارت بھی پڑھتے چلیں:

”ہمیں دکھ اور افسوس اس بات کا ہے کہ یہ قابلِ احترام اور بزرگ علماء اتحاد و اتفاق کے نیک جذبے کے لیے اپنے نظریات میں معمولی لچک پیدا کر لیتے مگر شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو اس کام کے لیے بطور ڈھال اور بطور دلیل استعمال نہ فرماتے، ان کی اس کاروائی اور پمفلٹ بازی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اشاعت التوحید والسنۃ کے موجودہ احباب خصوصاً نوجوان طبقہ اس مخمصے اور پریشانی میں مبتلا ہو گیا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۲ء کے معاہدے پر دستخط کر کے اپنے پہلے مسلک سے رجوع کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عند القبر صلوۃ وسلام کے قائل ہو گئے تھے۔“

(مسلک شیخ القرآن صفحہ ۱۱)

بندیالوی صاحب! نوجوان طبقہ کی پریشانی بجا ہے کیوں کہ مولانا غلام اللہ خان صاحب کے دستخط کے ساتھ مذکورہ عقیدہ اہلِ اشاعت کے ماہ نامہ ”تعلیم القرآن“ میں شائع ہو چکا ہے۔

تنبیہ: سنا ہے کہ بندیالوی صاحب نے ”مسلک شیخ القرآن“ کے نئے ایڈیشن میں مذکورہ بالا نقل کردہ عبارت حذف یا تبدیل کر دی ہے، واللہ اعلم۔ ہمارے پاس اس کا پرانا ایڈیشن ہے جسے یہ ایڈیشن دستیاب نہ ہو وہ ہماری نقل کردہ مذکورہ بالا عبارت کا عکس مولانا نثار احمد الحسینی صاحب کی کتاب ”احمد سعید ملتانی، آغاز و انجام صفحہ ۱۱۵“ پر دیکھ سکتا ہے۔ ہم اپنے دیوبندی رسالوں کے مدیر حضرات سے عرض کرتے ہیں کہ اپنے رسالوں میں

”تعلیم القرآن“ کے اس صفحہ کا عکس شائع کریں جہاں قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کا منصفانہ فیصلہ اور عقیدہ حیات کا اثبات موجود ہے۔

فائدہ:

اب ماہ نامہ تعلیم القرآن کے اس شمارہ کی کسی نے پی ڈی ایف تیار کر دی ہے جس میں قاری محمد طیب رحمہ اللہ کا فیصلہ مذکورہ ہے۔ اس کی پی ڈی ایف واٹس ایپ کے مختلف گروپوں میں دیکھی گئی۔

(۴) تعلیم القرآن میں قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ صاحب کی تحریر بھی موجود ہے:

”ہم اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری سے بھی اس تحریر (قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے فیصلہ والی) پر دستخط کرائیں، جس پر ہم نے دستخط کئے، اگر ممدوح اس پر دستخط نہیں کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس تحریر کی حد تک ان سے براءت کا اعلان کر دیں گے، نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارے میں ان کو مدد نہ دیں گے“

(ماہ نامہ تعلیم القرآن: ۲۲ جون / ۱۹۶۲ء، تجلیات صفدر جلد ۷)

مماتی حضرات عقیدہ حیات فی القبر کے اثبات کو قرآن کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ ایسے لوگوں سے مذکورہ بالا تحریر کے پیش نظر سوال کرتے ہیں کہ اگر عقیدہ حیات قرآن کے خلاف ہے تو اس پر دستخط کرنے والا (مولانا غلام خان صاحب) قرآن کا مخالف ہو گا یا شیخ القرآن؟ اسی طرح جس رسالہ میں یہ عقیدہ تحریر ہے اسے تعلیم القرآن کہنا درست ہے؟‘

‘(خطباتِ صفدر: ۳/ ۲۱۵)

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی عقیدہ حیات کے حوالہ سے یہ خدمت ایک نمایاں قسم کی ہے۔ اہل اشاعت کا جدید طبقہ ان حوالہ جات سے پریشانی میں مبتلا ہے جیسا کہ بندیالوی صاحب نے اعتراف کیا ہے۔

تنبیہ:

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی اس عقیدہ کے حوالہ سے مزید خدمات بھی ہیں، مثلاً منکرین حیات سے لاجواب سوالات کر کے انہیں ساکت کرنا وغیرہ مگر میرا یہ مضمون چوں کہ توقع سے دو

گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ طویل ہو گیا ہے لہذا اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کی تمام خدماتِ دینیہ کو قبول فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آمین

اطلاع:

یہ مضمون حضرت مولانا جمیل الرحمن عباسی دام ظلہ (مدیر دو مجلہ تسکین الصدور بہاول پور) کی فرمائش پر لکھا گیا ہے گویا اس کارِ خیر کا سبب وہی بنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے، آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

=÷

محترم ابو سعد لئیق رحمانی صاحب

مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے مسئلے میں صادق رضوی کی چبلیات کا مسکت و مدلل جواب

نوٹ: یہ مضمون کافی دنوں پہلے لکھا جا چکا تھا لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر ہم نے اسے شائع نہیں کیا تھا، مگر چونکہ ابھی بریلوی جماعت کے ایک معتدل مزاج عالم مولانا ناصر رامپوری مصباحی صاحب کی ایک پوسٹ کی وجہ سے رضاخانیوں نے پھر سے اچھل کود مچا دیا ہے اور اُنہی ڈھکوسلوں کو دہرانا شروع کر دیا ہے جس کی تردید اس مضمون میں کی جا چکی ہے، تو موقع کی مناسبت سے اسے شائع کیا جا رہا ہے۔

قارئین محترم!

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کی تصنیف "حفظ الایمان" کے سلسلے میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی کا موقف رضاخانیوں کے ہلک میں ایسے پھنسا ہے جیسے چوہے کے منہ میں چھچھوندر، نہ اگلتے بن رہا نہ نگلتے، رضاخانی بار بار اصل موضوع سے کنّی کاٹ کر یا ادھر ادھر کی مار کر خلط مبحث میں وقت گزاری کر رہے ہیں۔اسی وجہ سے ہم نے اپنے سابقہ مضمون بعنوان "..رضاخانیوں کی شرمناک شکست" میں رضاخانیوں کو موضوع کی طرف متوجہ کرنے کے لئے لکھا تھا کہ:

”بحث اس پر تھی ہی نہیں کہ فاضل بریلوی نے عبد الباری کی تکفیر کی یا نہیں۔!

بحث تو اس پر تھی کہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے (حفظ الایمان کی عبارت دیکھنے کے باوجود) مولانا تھانوی کی تکفیر نہیں کی۔!(اس دعوے پر ہماری دلیل سیرت انوار مظہریہ کا حوالہ تھا)“

اب ہونا یہ چاہئے تھا کہ رضاخانی اس کا کوئی معقول جواب دیتے اور ہمیں دکھاتے کہ مولانا عبد الباری نے تھانوی صاحب کی تکفیر کر دی تھی، یا کم از کم اپنے اس دعوے پر کہ (مولانا عبد الباری نے توبہ و رجوع کر لیا تھا) اپنے خانہ زاد اصول کے مطابق مسلّم عند الخصم دلیل پیش کر کے ہمیں لاجواب کرتے، مگر یہ ان کے بس کا روگ تھا نہ ہے۔چنانچہ صادق رضاخانی نے اصل موضوع سے راہ فرار کی ایک نئی راہ نکالی اور مجھے نافہم قرار دیتے ہوئے جواباً

لکھا کہ:

"اس سفینہ کو کوئی بتائے کہ مولانا عبد الباری کا تھانوی کی تکفیر کرنا / نہ کرنا اُس وقت زیر بحث ہوتا جبکہ امام اہلسنت کی طرف سے عبد الباری کے کفریات کی تردید نہ کی گئی ہوتی جب اکابرِ دیابنہ مع لئیق خود مانتے ہیں کہ اعلی حضرت نے مولوی عبد الباری کی تکفیر کر دی تھی، تو عبد الباری کی طرف سے تھانوی کی تکفیر نہ ہونے پر اعتراض بنتا ہی نہیں"

رضاخانی مذکور اب تک بحث کا موضوع و مقدمہ ہی سمجھنے سے قاصر ہے یا پھر وہ یہ بھول گیا ہے کہ اس بحث کا آغاز کہاں سے ہوا تھا۔ جناب رضاخانی جی! ہوش میں رہئے، "دفاع اہل السنۃ" میں مولانا عبد الباری کی طرف سے مولانا تھانوی کی تکفیر نہ کیے جانے پر اعتراض نہیں، استدلال کیا گیا ہے اور تم نے اسی کو لیکر مصنف "دفاع" علامہ نقشبندی کو جھوٹا قرار دیا تھا، یہیں سے بحث کا آغاز ہوا۔ "دفاع اہل السنۃ" کا مطالعہ بغور کیجئے، اس کے صفحہ ۳۳ پر علامہ ساجد نقشبندی صاحب نے رضاخانی مولوی کاشف اقبال مدنی کا ایک اصول نقل کیا ہے۔ کاشف اقبال لکھتا ہے کہ:

"جہاں تک سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی... کے ایمان کی بات ہے تو وہ تمہیں ہم سے الجھنا نہیں چاہئے بلکہ تمہیں اپنے اکابر مثلاً اشرفعلی تھانوی وغیرہ سے مناظرہ مجادلہ کرنا چاہئے جو سیدی اعلیٰ حضرت بریلوی کو ایمان و اسلام اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سند دیے ہوئے ہیں..."

(کلمہ حق: ص ۸۵_۸۶ / شمارہ نمبر ۴)

علامہ نقشبندی نے اسی اصول کے تحت رضاخانی کتب سے چند حوالے نقل کیے اور فرمایا تمہارے فلاں فلاں بزرگ بھی ہمارے اکابر علماء دیوبند کو مسلمان مانتے ہیں لہذا ہمارے اکابر کے کفر و ایمان کے مسئلے میں تمہیں ہم سے الجھنے کے بجائے اپنے بزرگوں سے مناظرہ مجادلہ کرنا چاہئے۔

اسی بحث میں علامہ نقشبندی نے "دفاع" صفحہ ۵۰ پر سیرت انوار مظہریہ کے حوالے سے مولانا عبد الباری کا موقف بطور استدلال پیش کیا۔ اب قارئین، کاشف اقبال کا اصول مد نظر رکھتے ہوئے خود ہی فیصلہ کریں کہ رضاخانیوں کو کس سے الجھنا چاہئے تھا؟ انصاف تو یہ ہے کہ رضاخانیوں کو مولوی عبد الباری فرنگی محلی یا سیرت انوار

مظہر یہ کے مصنف سے الجھنا چاہئے مگر رضاخانی اپنے گریبان میں جھانکنے کے بجائے علامہ ساجد خان نقشبندی کو جھوٹا کہنے لگے۔کیا یہ انصاف ہے۔؟

اب یہاں رضاخانی مذکور کہتا ہے کہ،

اجی یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مولانا عبد الباری نے توبہ کرلی تھی جبکہ ساجد خان یہ تاثر دے رہا ہے کہ توبہ نہیں کی لہذا اسی وجہ سے ہم ساجد خان کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔(مفہوم)

تو جناب رضاخانی جی! اگر مولانا عبد الباری نے توبہ کرلی تھی تو اس پر اپنے گھریلو اصول کے مطابق کوئی مسلم عند الخصم دلیل پیش کیجئے! تم تو اپنے ہی گھر کی کتب سے اپنے ہی مولویوں کے گھڑے ہوئے اکاذیب پیش کر کے خواہ مخواہ ماحول کو متعفن کر رہے ہو۔پھر اپنے پیش کردہ حوالوں کا حال تو دیکھو کہ وہ قبول کیے جانے کے قابل بھی ہیں بھلا؟!!!

ہمارا مطالبہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ بغیر کسی لگی لپٹی اپنے دعوے پر کوئی ایک حوالہ ایسا پیش کرو جس میں یہ ہو کہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے اپنے عدم تکفیر والے موقف سے توبہ کرلی تھی....، ہم اپنی شکست لکھنے اور اپنے دعوے سے دست بردار ہونے اور علامہ ساجد خان نقشبندی مدظلہ العالی کو جھوٹا ماننے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ وہ حوالہ رضاخانی اصولوں کے مطابق قابل تسلیم ہو رضاخانی مولویوں کے گھڑے ہوئے جھوٹ و دجل پر مشتمل نہ ہو کیونکہ اب تک اس باب میں جو کچھ پیش کیا گیا اس میں رضاخانی مولویوں کے جھوٹ مکر و فریب کے سوا کچھ نہیں ہے،اور یہ محض زبانی کلامی دعوی نہیں ذیل میں رضاخانی اپنے پیش کردہ حوالوں کا حشر خود دیکھ لیں۔

تذکرہ علماء اہلسنت کا جھوٹا حوالہ

رضاخانی تحریک "عقائد بگاڑ" کی جانب سے جاری کردہ پوسٹر جس میں یہ دعوی کیا گیا کہ ”ساجد خان دیوبندی جھوٹا ہے" اس میں دلیل کے طور پر اپنے ہی مولوی کی لکھی ہوئی کتاب "تذکرہ علماء اہلسنت" کا حوالہ پیش کیا گیا۔اس حوالے میں بغیر کسی ثبوت لکھا ہے کہ:

”مولانا عبد الباری کے حکم سے مولانا اشرف علی تھانوی کی بہشتی زیور اور حفظ الایمان فرنگی محل میں جلائی گئی، آپ نے مولانا تھانوی کو حفظ الایمان کی کفری عبارت سے توبہ کے لئے بار بار متوجہ کیا۔“(تذکرہ علماء اہلسنت:ص174)

=÷=

اب یہاں اس کذابِ اعظم رضاخانی مولوی نے دو جھوٹ بولے!

جھوٹ نمبر۱: مولانا عبد الباری کے حکم سے مولانا تھانوی کی کتب جلائی گئی۔ یہ ایسا صریح جھوٹ ہے جسے تا قیامت ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ قارئین خود غور فرمائیں کہ مولانا عبد الباری کے حکم سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتب جلانا معمولی بات تو نہیں تھی، مولانا عبد الباری اور فاضل بریلوی کے درمیان اختلافات کی نوعیت اور دونوں جانب سے لکھی گئی تحریروں کا جنہوں نے مطالعہ کیا ہے وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ تھانوی صاحب کی کتب جلانے کا واقعہ اگر سچا ہوتا تو یقیناً احمد رضا خان کے گھر بریلی میں اس دن عید منائی جاتی اور اسے فاضل بریلوی کی کرامت قرار دیا جاتا، نیز اس وقت کے اخبارات و رسائل میں یہ واقعہ بڑے دھوم دھام سے رپورٹ ہوا ہوتا اور بڑے پیمانے پر اسکی تشہیر کی جاتی۔ مگر عجیب بات ہے کہ مولانا عبد الباری کے انتقال (1926ء میں ہوا) کے 46 سال بعد 1972ء میں طبع ہونے والی کتاب "تذکرہ علماء اہلسنت" میں یہ واقعہ رپورٹ ہو رہا ہے وہ بھی بغیر کسی ثبوت و حوالہ کے۔ پھر اس کتاب کا مصنف بھی متعصب قسم کا "رضاخانی" ہے تو بھلا ہم اس پر کیسے اور کیونکر اعتماد کر لیں؟ پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ مولانا عبد الباری نے کتابیں خود نہیں جلائی بلکہ انکے حکم پر جلائی گئی، تو سوال یہ ہے کہ مولانا عبد الباری نے کسے حکم دیا؟ کب دیا؟ کہاں دیا؟

جھوٹ نمبر۲: دوسرا جھوٹ اس نے یہ بولا کہ مولانا عبد الباری نے مولانا تھانوی کو عبارت حفظ الایمان سے توبہ کے لئے بار بار متوجہ کیا۔ حالانکہ مولانا عبد الباری تو اسی بات پر فاضل بریلوی سے جھگڑ رہے تھے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں کوئی کفر و گستاخی نہیں ہے جیسا کہ سیرت انوار مظہریہ صفحہ ۲۹۲، میں ہے اور اسکے علاوہ خود فاضل بریلوی اپنے ایک خط میں مولانا عبد الباری کو لکھتے ہیں کہ:

> "اصل واقعہ یہ ہے کہ جناب ۱۳۳۱ھ میں غریب خانہ پر تشریف لائے تھے تھانوی صاحب کے کفر و ارتداد و ملعون کا تذکرہ چلا جناب نے حسب عادت حمایت ارتداد فرمائی اور اس کی عبارت توہین سرکار رسالت سے پاک بتائی" (الطاری الداری: حصہ سوم، ص ۱۲)

تو جو شخص حفظ الایمان اور مولانا تھانوی کے دفاع میں فاضل بریلوی سے دو دو ہاتھ کر چکا ہو اس کے متعلق یہ کہنا کہ:

> "آپ نے مولانا تھانوی کو حفظ الایمان کی کفری عبارت سے توبہ کے لئے بار بار متوجہ کیا"

کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

=÷=

حاصل کلام یہ کہ تذکرہ علماء اہلسنت کا مصنف نہایت کذاب آدمی ہے لہذا اس کا حوالہ ہم کیوں مانیں؟ اور پھر اس کذاب رضاخانی پر اعتماد کرکے ایک سچے پکے سنی مسلمان، محقق العصر متکلم اسلام حضرت علامہ و مولانا ساجد خان نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ جن کی شان و توثیق پر اہل السنت والجماعت کے موجودہ اکابر علماء کی تحریریں موجود ہیں، کو ہم جھوٹا کیوں مانیں؟ اگر ذریتِ رضائیہ میں دم خم ہے تو اکاذیب مذکورہ کو سچ ثابت کرکے دکھائیں۔

"تذکرہ علماء اہلسنت" پر مزید بحث

راقم الحروف نے اپنے سابقہ مضمون میں بھی کہا تھا کہ "تذکرہ علماء اہلسنت" کے مصنف پر کسی صورت اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ مولوی بغیر تحقیق کچھ بھی لکھ مارتا ہے، اس پر میں نے مثال دی تھی کہ مولانا عبداللہ ٹونکی جو بقول مولوی حسن علی رضوی وہابی دیوبندی تھے، ان کو مصنف تذکرہ نے اپنے رضاخانی اکابر میں شامل کیا ہے۔ اس کے جواب میں صادق رضاخانی نے دیوبندی کتب کے چند حوالے نقل کرکے بونگیاں ماری جس کا خلاصہ ایک سطر میں یہ ہے کہ

"ایک شخصیت کے متعلق اطلاعات و معلومات کے مختلف ہونے کی وجہ سے رائے مختلف ہو سکتی ہے۔"

جواب: رضاخانی جی! کسی شخصیت کے متعلق اقوال و رائے کا مختلف ہونا یقیناً معلومات و اطلاعات کے مختلف ہونے کی ہی وجہ سے ہوتا ہے مگر یہ اصول تمہیں ہر گز ہر گز مفید نہیں، کیونکہ تمہارے کذاب و مکار اکابرین نے اس قسم کے اختلاف کو "بے ایمانی، جھوٹ، عیاری و مکاری" سے تعبیر کرکے تمہارا بیڑا پہلے ہی غرق کر دیا ہے، حوالہ ملاحظہ ہو۔ کذاب مولوی نعیم الدین مرادآبادی لکھتا ہے کہ:

"التلبیسات صفحہ ۱۲ میں عبدالوہاب نجدی اور اس کے تابعین کو خارجی بتایا ہے..... مگر فتاوی رشیدیہ جلد اول صفحہ ۸ میں ہے:

"... محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا، بدعت و شرک سے روکتا تھا"

عقیدہ تو یہ ہے اور التلبیسات میں سنی بننے کے لئے ظاہر کیا کہ ہم اسکو خارجی جانتے ہیں۔ کیا مکاری ہے"-(التحقیقات لدفع التلبیسات، مشمولہ الصوارم الہندیہ:142)

دوسرا حوالہ بھی پڑھیے۔

استاذالمغلطات کذابِ زمانہ مولوی حشمت علی رضاخانی لکھتا ہے کہ:

”انبیٹھی جی کی مکاریاں عیاریاں ملاحظہ ہوں فتاوی گنگوہیہ کی اصل عبارت نہیں پیش کی نجدیوں کو خارجی بتایا صاف انکار کیا کہ ہمارے سلسلہ میں کوئی شخص نجدی کا ہم عقیدہ نہیں ہے بھلا اس بے ایمانی کا کچھ ٹھکانہ ہے کیسا کوئی شخص کسی دھرم کو بھی بتا سکتا ہے جس میں جھوٹ کا اس قدر استعمال کیا جاتا ہو“

(راد المہند: ص52)

تو جناب رضاخانی جی! آپ کے مذہب میں یہ اطلاعات و معلومات کے مختلف ہونے کا اختلاف نہیں بلکہ عیاری، مکاری، جھوٹ، بے ایمانی کہلاتا ہے لہذا تذکرہ علماء اہلسنت کے مصنف نے ایک ایسی شخصیت جو بقول حسن علی رضوی وہابی دیوبندی تھے، کو اپنے اکابر میں شمار کر کے گویا:

”بے ایمانی جھوٹ عیاری و مکاری“ کا ارتکاب کیا لہذا اس پر کسی صورت اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

اب یہ فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں کہ آپ حسن علی رضوی کو عیار، مکار، کذاب قرار دیں گے یا تذکرہ علماء اہلسنت کے مصنف مولوی محمود قادری کو؟ ہمارے نزدیک تو دونوں ہی پرلے درجے کے جھوٹے عیار مکار بلکہ دجال ہیں جیسا کہ ان کی کتب سے ظاہر ہے۔

مولانا عبد الباری کی توبہ کے شواہد کا تنقیدی جائزہ

رضاخانی نے یہ ہیڈنگ لگائی:

”مولوی عبد الباری کے توبہ کے شواہد“

اور اس کے تحت اپنے ہی مولویوں کے چند حوالے دیے ذیل میں ان حوالوں کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے بغور ملاحظہ فرمائیں۔

حوالہ نمبر1: مولوی عبد الباری صاحب اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

اے اللہ! میں نے جتنے امور قولاً و فعلاً تقریراً و تحریراً بھی کیے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا تھا، مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اُن کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا، ان سب سے اور ان کے

مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے کوئی قدوہ میرے لئے نہیں ہے، محض مولوی صاحب پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! توبہ قبول کرنے والے! میری توبہ قبول کر۔

(الطاری الداری، حصہ 2، صفحہ 4)

جواب: اس توبہ نامہ کے متعلق پروفیسر مسعود رضاخانی لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا نے اس مبہم توبہ نامہ کو کافی نہ سمجھا اور تحریر کیا کہ توبہ کے سلسلے میں جو مختلف مجمل ومفصل تحریریں ارسال کی گئیں ہیں ان پر دستخط کئے جائیں"

(تنقیدات وتعاقبات: ص60)

یہی بات ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی بھی لکھتے ہیں کہ:

"امام احمد رضا اس مجمل و مبہم توبہ نامے سے مطمئن نہ ہوسکے۔ ان کا اصرار رہا کہ حضرت مولانا (عبد الباری) تفصیلی توبہ نامہ شائع کریں"

(کلیات مکاتیبِ رضا: ص33)

جب رضاخانی موصوف کے "امام" ہی اس توبہ نامہ سے مطمئن نہ ہوسکے تو موصوف کیونکر مطمئن ہو گئے؟ اور جب مجدد مائتہ حاضرہ مطمئن نہیں تو ہم کیوں مطمئن ہوں؟ لہذا یہ حوالہ تمہارے کسی کام کا ہونا تو دور کی بات اسے پیش کرتے ہوئے شرم سے ڈوب مرنا چاہئے۔

قارئین! جو مطالبہ فاضل بریلوی نے عبد الباری سے کیا ہے کہ "تفصیلی توبہ نامہ شائع کریں" یہی مطالبہ رضاخانیوں سے ہم بھی کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں تفصیلی توبہ نامہ پیش کریں جس میں مولانا عبد الباری کی طرف سے حفظ الایمان میں گستاخی اور تھانوی صاحب کی تکفیر کا صراحتاً ذکر موجود ہو۔

حوالہ نمبر۲: رضاخانی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"1358ھ میں کئے گئے ایک استفتاء کے جواب میں شہزادۂ اعلی حضرت علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ مولوی عبد الباری کی توبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بحمدہ تعالیٰ میری اس روش سے انھیں (مولوی عبد الباری کو) متاثر ہونا پڑا اور انھوں نے صدر الافاضل مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے بالمشافہ توبہ نامہ تحریر فرمایا، اس کے بعد میں ان سے ملا۔ عزیزی مولوی حشمت علی صاحب اس کے شاہد ہیں۔

(فتاویٰ حامدیہ، صفحہ 430)

جواب: یاد رہے کہ مولوی حامد رضا خان یہ وہی شخص ہے جس نے مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے متعلق فاضل بریلوی کے گنوائے ہوئے کفریات کو "الطاری الداری لھفوات عبد الباری" کے نام سے شائع کیا تھا لہٰذا یہاں پہلے فاضل بریلوی کا ایک دلچسپ اصول ملاحظہ فرمائیں مولانا عبد الباری سے مخاطب ہو کر لکھتے ہیں کہ:

"اب تو صاف کھلے لفظوں میں اُس کا کافر مرتد ہونا اسی ہمدم میں چھاپیے جس میں آپ کا وہ خط چھپا ہے کہ جن کی نگاہیں اس حمایت کفر پر پڑی تھیں اس کا رد بھی آپ ہی کے قلم سے دیکھیں"

(الطاری الداری: حصہ دوم، ص 53,54)

اس اصول کی روشنی میں، اگر واقعی مولانا عبد الباری نے نعیم الدین مراد آبادی کو تحریری توبہ نامہ دے دیا تھا تو حامد رضا خان پر لازم تھا کہ وہ اس توبہ نامہ کو بھی اسی طرح شائع کر کے منظر عام پر لاتا جس طرح اس نے الطاری الداری شائع کیا تھا۔ تاکہ جس طرح حامد رضا کے ذریعے ہماری نگاہیں عبد الباری کے کفریات پر پڑی تھیں اسی طرح ان کی توبہ کو بھی ہم دیکھ لیتے۔ اس مسئلے پر بحث و مباحثہ کی نوبت ہی نہیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ فاضل بریلوی مرتے دم تک مولوی عبد الباری سے توبہ نامہ شائع کروانے کی ضد پر اڑے رہے مگر جناب کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور بغیر توبہ نامہ دیکھے دنیا سے رخصت ہو گئے، اب اس صورتحال میں مولانا عبد الباری کا حامد رضا خان کو توبہ نامہ تحریر کر کے دینا کوئی معمولی بات نہیں تھی اگر یہ بات صحیح ہوتی تو حامد رضا خان اس توبہ نامہ کو ضرور بالضرور شائع کرواتا اور اس وقت کے اخبارات و رسائل میں اس کی اشاعت اتنے دھوم دھام سے ہوتی کہ ایسا لگتا جیسے فاضل بریلوی کے لاشے نے کوئی قلعہ فتح کر لیا ہے۔ مگر حامد رضا خان اس توبہ نامہ کا ذکر ایسے وقت میں کر رہا ہے جب کہ موصوف پر یہ الزام لگا تھا کہ وہ "بدمذہبوں سے میل جول رکھتے ہیں"۔ (ملاحظہ ہو فتاوی حامدیہ ص ۴۳۰) تو گویا یہاں احتمال یہ بھی ہے کہ حامد رضا خان اپنے اوپر لگے الزام کی صفائی میں جھوٹ بول رہا ہو اور فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ

"قاعدہ مسلمہ ہے: اذجاءالاحتمال بطل الاستدلال، جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے"

(فتاوی رضویہ: ج29، ص398)

لہذا تمہارا استدلال باطل قرار پایا۔ نیز مولوی مظفر حسین رضاخانی کی جانب سے شائع کردہ کتاب میں لکھا ہے کہ:

"حکیم محمود صاحب سے بیان کرنے والا نجیب اللہ عمر ہمارے نزدیک پرلے درجے کا جھوٹا ہے، لہذا اس کا بیان ہمارے لئے مضر نہیں ہے"

(کشف القناع: ج1، ص215)

اس اصول پر ہم بھی کہتے ہیں کہ حامد رضاخان، نعیم الدین نامرادآبادی، مولوی حشمت علی رضوی ہمارے نزدیک پرلے درجے کے جھوٹے مکار دجال کذاب ہیں، لہذا ان کا بیان و شہادت ہمارے لئے قطعاً قابل قبول نہیں۔ نیز عبدالباری کے متعلق فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"توبہ بر سر منار می باید کرد

ترس از نار و شنار می باید کرد

ترجمہ: توبہ تو اعلانیہ کرنی چاہئے اور عذابِ دوزخ سے ڈرنا چاہئے"

(تنقیدات و تعاقبات: ص61)

تو فاضل بریلوی تفصیلی و اعلانیہ توبہ کا مطالبہ کر رہے ہیں جبکہ یہاں صرف نعیم الدین رضاخانی کے بالمشافہ توبہ نامہ تحریر کرنے کا ذکر ہے، اور وہ تحریری توبہ نامہ منظر عام پر بھی نہیں آیا ہے کسے پتہ کہ وہ تفصیلی توبہ نامہ ہے یا مجمل مبہم؟ لہذا اصولاً نہ ہمیں مضر نہ تمہیں مفید۔!

حوالہ نمبر۳: رضاخانی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے شاگرد علامہ عبدالحفیظ قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وصال سے کچھ پہلے خدّام الحرمین کے جلسہ میں مولوی عبدالباری صاحب نے رجوع کر لیا تھا، میں بھی وہاں موجود تھا (مفہوم)

(دیکھئے: شمع ہدایت، صفحہ 726)

=÷=

جواب: قارئین! ایسا لگتا ہے رضاخانی ہوش و حواس کھو چکا ہے، غور فرمایئے اس نے ہیڈنگ لگائی ہے: "...توبہ کے شواہد" جبکہ یہاں "رجوع" کی بات ہے اور رضاخانی مولوی اختر رضا خان لکھتے ہیں کہ:

"اولاً سوال یہ ہے کہ کیا یہ کوئی فقہی مسئلہ تھا جس میں خطا ظاہر ہونے پر صرف رجوع سے کام چل گیا، ہر گز نہیں"

(دلچسپ مناظرہ:128)

تو کیا حضرت تھانوی کی تکفیر سے انکار تمہارے نزدیک کوئی فقہی مسئلہ ہے جس میں خطا ظاہر ہونے پر صرف رجوع سے کام چل گیا؟ ہر گز نہیں، لہذا صرف توبہ پر حوالہ پیش کرو۔

توبہ ورجوع سے متعلق اپنے گھر کا حوالہ پیش کرنا؟

صادق نے ماقبل میں مولانا عبد الباری کی توبہ ورجوع کے متعلق جتنے حوالے دیے سب ان کے گھر کی کتب ہیں جبکہ رضاخانی اصول یہ ہے کہ:

"اپنے ہی مولوی کے لکھے ہوئے رسالے کا حوالہ دینا نہ یہ برہانی انداز ہے نہ جدلی انداز ہے"۔

(عبارات اکابر کا تنقیدی جائزہ، حصہ اول: ص50)

اور

"میدانِ مناظرہ میں یا تو مسلّم بین الفریقین دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے یا مسلّماتِ خصم کو دلیل بنایا جاتا ہے، مگر یہ (رضاخانی موصوف) اتنے جاہل اور بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی ہی کتابیں پیش کرتے ہیں"

(کشف القناع: ج ا ص176)

صادق کو چاہئے تھا کہ وہ پہلے اپنے گھر کے اس اصول کی وضاحت کرتا مگر موصوف بجاے اسکے کہ وضاحت کرے، علماء اہل السنت دیوبند کے قدموں میں پناہ تلاش کی چنانچہ تجلیات آفتاب از علامہ خالد محمود رحمہ اللہ کا حوالہ نقل کر کے کہنے لگا:

"پتہ چلا کہ جب ہماری کتب پر دیابنہ اعتراض کریں تو اس کی وضاحت ہماری ہی کتب سے پیش کرنے کے ہم مجاز ہیں"

=÷

اور مولانا ابو ایوب قادری مدظلہ العالی کے حوالے سے کہتا ہے کہ:

"یہاں ابو ایوب نے رجوع ثابت کرنے کے لئے اپنے ہی گھر کی کتاب پیش کی"

اس سلسلے میں جواباً عرض ہے کہ اول تو رضاخانی موصوف نے علامہ خالد محمود رحمہ اللہ کی عبارت سے نتیجہ غلط نکالا ہے عبارت کی صحیح توضیح محترم بھائی افضال کلیم کے قلم سے ملاحظہ ہو:

"علامہ خالد محمود کی ایک عبارت کی توضیح:

علامہ خالد محمود لکھتے ہیں کہ عام مغالطے ان ہی کتب سے دور کئے جاتے ہیں جن کے حوالے سے مخالفین اپنے مسلک کی راہیں ہموار کرتے ہیں

توضیح:

مثال کے طور پر شیعہ صحاح ستہ سے اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہم حضرات شیخین سے ناراض تھے۔

یعنی شیعہ کا اعتراض ہے کہ یہ ناراضی تمہاری اپنی کتب میں موجود ہے۔

چونکہ اعتراض صحاح ستہ پہ کیا گیا تو وضاحت بھی صحاح ستہ سے کی جائے گی کہ یہ روایات دیکھو کہ حضرت علی کے حضرات شیخین سے کتنے اچھے تعلقات تھے۔

اسی قسم کے شیعہ کے دوسرے اعتراضات ہیں جن کے جواب انہی کتب سے دیئے جاتے ہیں جن سے اعتراض لیا گیا ہے۔

شیعہ پہ واضح کرنا مقصود ہوتا ہے کہ تم ادھوری عبارات سے استدلال کرتے ہو یا ایک جگہ کی بات لیتے ہو اور دوسری جگہ کی چھپا لیتے ہو

شیعہ کے چھوٹے بھائیوں رضاخانیوں نے اس عبارت سے یہ مسئلہ کشید کیا کہ اس کا مطلب ہے کہ اپنے کسی گمراہ بزرگ کا رجوع اپنے گھر ہی کی کتب سے دکھا دو۔ حالانکہ اس عبارت میں دور دور تک ایسی کوئی بات نہیں۔ اصل میں ان چھوٹے بھائیوں نے اپنے بزرگوں کے کچھ جعلی رجوع اپنی کتابوں میں لکھ رکھے ہیں۔ اور دوغلا معیار اپنایا ہوا کہ جب کوئی دوسرا ایسا رجوع پیش کرے تو شور مچا دو کہ ایسا رجوع کسی عدالت میں معتبر نہیں۔ ایسا رجوع مان لیں تو کوئی جھوٹ پھر

جھوٹ نہ رہے اور جب اپنی باری آئے تو اپنے بزرگوں کے ایسے دو نمبر جعلی رجوع اپنی ہی کتابوں سے دکھا کے بغلیں بجائیں"

امید ہے صادق و دیگر رضاخانیوں کو بات سمجھ آگئی ہو گی۔ باقی جہاں تک بات ہے مولانا ابو ایوب قادری و دیگر حوالوں کی تو ہمیں اس سے ہرگز انکار نہیں ہے کہ جس کے "رجوع و توبہ" کا مسئلہ ہو اسی کی کتاب سے ثابت کیا جائے گا۔ مگر یہ اصول رضاخانیوں کو مفید نہیں کیونکہ انکے رضاخانی مفتی راشد صاحب ایک اصول گھڑ کر اپنی جماعت کا بیڑا غرق کر چکے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"ماہ نامہ روح بلند نومبر 2012ص 27 پر ڈاکٹر سرفراز احمد اعوان صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے خلاف لکھے گئے فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔اور بطور ثبوت اپنے ہی ایک مولوی امیر شاہ خان دیوبندی کی کتاب کا حوالہ دیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیوں کے پاس اس دعویٰ پر کوئی مسلّم عندالخصم دلیل موجود نہیں۔اگر مدعی سے اس کی خود ساختہ دلیل کو قبول کر لیا جائے تو دنیا کا کوئی جھوٹا، جھوٹا نہیں رہ سکتا۔دنیا کی ہر عدالت اس طرح کی دلیل کو قبول کرنے سے معذرت خواہ ہے۔ثابت ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ دعوی محض بے دلیل ہے، اور جھوٹ پر مبنی ہے"

(سہ ماہی دعوت اہل سنت کا امام اہلسنت نمبر: شمارہ 5, ص 46,45)

اس حوالے سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱) کسی کا رجوع ثابت کرنے کیلئے مسلّم عندالخصم دلیل کا ہونا ضروری۔

۲) مدعی سے اس کی خود ساختہ دلیل نہیں سنی جائے گی)

۳) اگر خود ساختہ دلیل کو قبول کر لیا جائے تو کوئی جھوٹ، جھوٹ نہ رہے۔

۴) دنیا کی ہر عدالت اس طرح کی دلیل کو قبول کرنے سے معذرت خواہ ہے۔

اب مولانا عبدالباری کے توبہ و رجوع پر رضاخانی موصوف نے جو کچھ بھی پیش کیا وہ ان اصولوں پر پورے نہیں اترتے، لہذا اس اصول سے موصوف کا اپنے گھر کی کتب پیش کرنا اور اس پر دیوبندی علماء کا سہارا لینا باطل و مردود قرار پایا۔

=÷=

مولانا ساجد محمود سلانوالی صاحب حفظہ اللہ، سلانوالی (قسط:۵)

تضادات مماتیت

18. میت کو ادراک وشعور ہوتا ہے یا نہیں؟ زوردار مماتی اختلاف

میت میں ادراک وحس کا اثبات کرتے ہوئے اشاعت التوحید کے بزرگ محقق حضرت مولانا حسین نیلوی صاحب فرماتے ہیں:

> قبر کا عذاب یا ثواب محسوس کرنے کے لیے حق تعالی نے صرف اسی قدر حس اور ادراک میت میں پیدا کیا ہے کہ جس قدر سے وہ عذاب کے علم اور ثواب کی لذت کو جو اللہ تعالی کی جانب سے اسے پہنچتی ہے محسوس اور دریافت کر سکتا ہے۔
>
> (نداء حق جلد ا صفحہ ۱۸)

حضرت نیلوی صاحبؒ کے مذکورہ نظریہ کے خلاف عقائد علمائے اسلام میں حضرت مولانا شہاب الدین خالدی صاحب زوردار تنقید کرتے ہوئے جمعیت اشاعت التوحید کا مسلک کہہ کر لکھتے ہیں:

> عقیدہ جمعیت اشاعت التوحید والسنہ: اس زمینی قبر میں روح کا اعادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں حساب وکتاب اور سوال وجواب ہوتا ہے اور نہ ہی روح کا جسد عنصری سے تعلق رہتا ہے نہ ہی یہ جسد رنج والم اور دکھ سکھ محسوس کرتا ہے قبر میں کچھ بھی نہیں ہوتا بلفظہ۔
>
> (عقائد علمائے اسلام صفحہ ۶۲۵)

موصوف صاحب کا نظریہ ملاحظہ کریں اور اندازہ لگائیں کہ حضرت کس دیدہ دلیری سے یہ مذہب جمعیت اشاعت التوحید کا قرار دے رہے ہیں اس کا صاف مطلب ہے کہ جس کا نظریہ اس کے مخالف ہے وہ اشاعت التوحید وسنت سے نہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کے بزرگ مولانا حسین نیلوی صاحب رحمہ اللہ جمعیت اشاعت التوحید سے رہے یا نہیں؟

19. کیا حدیث من صلّی علیّ جید ہے یا ضعیف موضوع و من گھڑت؟

ما قبل میں اس روایت کے متعلق منکرین حیات الانبیاء کا ایک اختلاف آپ پڑھ چکے ہیں کہ کیا یہ روایت

صحیح ہے یا نہیں؟ لیکن اس مقام پر ہم آپ کے سامنے اس روایت کے جید ہونے یا نہ ہونے کے متعلق تعارض پیش کر رہے ہیں۔ اس لحاظ سے ہم نے اس کو مماتیوں کا ایک علیحدہ تضاد شمار کیا ہے۔ سب سے پہلے تو ہمیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ آج کے اس پر فتن اور پر آشوب زمانہ میں یہ بات اہل باطل میں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ چل نکلی ہے کہ جو حدیث شریف انکے اپنے نظریہ کے خلاف نظر آئے اسے بلا تحقیق وانیق ضعیف، موضوع اور من گھڑت قرار دے دیا جائے۔

عقیدہ حیات الانبیاء کی بابت بھی مخالفین کا یہی رویہ فاسدہ ماء جاری کی طرح جاری وساری ہے، کہ جو حدیث بھی رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ بجسد عنصری پر دلالت کرنے والی ہوتی ہے تو یہ حضرات اپنے کم فہم اور کم علم اصولوں کے مطابق جھٹ سے یہ بانگ دیتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے من گھڑت ہے اس لیے اسے عقیدے کی بابت لانا اہل سنت کے اصول کے خلاف ہے۔ اس وقت ہمیں یہ نہیں بتانا کہ اس حدیث کی سند کیا ہے اور محدثین کے نزدیک مذکورہ روایت کس قدر قابل حجت واستدلال ہے۔ تاہم فقط اتنی بات کو بیان کر کے اپنی بات کو ختم کرنا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں تمہارے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ جو یہ نظریہ رکھتے تھے کہ

> اس حدیث کی جو سند "سدی صغیر" پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔
>
> چنانچہ ملا علی قاری الحنفیؒ شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں:
>
> **قال میرک نقلاعن الشیخ ورواہ ابوالشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسندجید۔**
>
> (ماہنامہ تعلیم القران راولپنڈی صفحہ 48 اکتوبر 1967)

قارئین سے التماس ہے کہ ماہنامہ تعلیم القرآن میں منقول عبارت کے آخری دو کلمات ""بسند جید"" اپنی زبان پر رکھتے ہوئے ان کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمالیں۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف ایک حدیث منسوب کی گئی ہے اس حدیث کے الفاظ

یہ ہیں:

من صلی علی قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیابلغتہ

اس حدیث کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے۔"

(نفی سماع انبیاء واموات صفحہ ۳۹۱,۳۹۰)

20. کیا قبر میں سوال وجواب میت سے ہوتا ہے یا فقط روح سے؟

کچھ اشاعتی لوگ حضرت مولانا حسین علی الوانیؒ صاحب المتوفی ۱۳۶۲ھ کا نام لے کر کہتے ہیں کہ وہ ہمارے مسلک کے تھے ان کے عقائد و نظریات وہی تھے جواب ہمارے ہیں۔

ہماری اس وقت یہ بحث نہیں کہ حضرت موصوف کے عقائد و نظریات کیا تھے۔ تاہم ان کے ایک حوالہ کو قارئین کرام کے سامنے رکھ کر فیصلے کی باگ ڈور قارئین کے ہاتھ ہی تھمانی ہے۔

ملاحظہ فرمایئے حضرت مولانا حسین علی الوانیؒ صاحب لکھتے ہیں:

"فیجوزان یقع المسئلة والعذاب والنعیم ببعض جسدالمؤمن والکافرون بقیة اجزائہ وقیل ان اللہ یجمع تلک الاجزا المتفرقة المضخط والمسئلة کمایفعل ذلک للمستر"

(تحریرات حدیث صفحہ 257)

ترجمہ: پس جائز ہے کہ قبر میں سوال و عذاب اور راحت مومن و کافر کے بعض جسم سے وابستہ اور متعلق ہو نہ کہ سب اجزاء سے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالی قبر کی تنگی اور سوال کے لیے ان متفرق اجزا کو جمع کر دیتا ہے جیساکہ وہ حشر کے روز ایسا کرے گا۔

کیا ہی خوب بات ہوتی کہ ہمارے کرم فرما حضرت شیخؒ کی اس بات سے متفق ہو جاتے اور اتحاد امت کی راہوں کو ہموار کرنے میں اپنا حقیقی کردار ادا کر کے باعث اجر و ثواب کے مستحق ہو جاتے، مگر افسوس صد افسوس کہ ان لوگوں نے توڑ، تفریق اور اختلاف کی چادر کا سایہ لیا اور تیز قدموں کے ساتھ اتنے آگے بڑھتے ہوئے کہنے لگے

نہ ہی اس میں حساب و کتاب اور سوال و جواب ہوتا ہے اور نہ ہی روح کا جسد عنصری سے تعلق رہتا ہے نہ ہی یہ جسد رنج والم اور دکھ سکھ محسوس کرتا ہے۔ قبر میں کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ جزاء

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

سزا کی ساری کاروائی روح کے ساتھ ہوتی ہے۔

(عقائد علماء اسلام صفحہ 625)

پہلے اقرار پھر انکار

حضرت مولانا حسین نیلوی صاحبؒ میت میں حس وشعور کو مانتے ہوئے فرماتے ہیں

اللہ تعالی قبر میں میت کی طرف دوبارہ ایک خاص قسم کی حیات دے دیتے ہیں اور دیتے بھی اس قدر ہیں کہ جتنے سے دکھ یا سکھ محسوس کر سکے۔

(نداء حق ج ا ص ۱۹)

کاش کہ نیلوی صاحبؒ اپنی اس بات پر بر قرار رہتے اور اپنے معتقدین کو بھی اسی حق بات پر متفق کر لیتے تو کیا ہی اچھا تھا۔ مگر حضرت نہ خود اپنی بات پر رہے اور نہ ہی اپنے سے وابسطہ افراد کو اپنی مذکورہ بات پر جمع کر سکے۔
لیکن شومئ قسمت کہ وہ اپنی ہی مذکورہ عبارت کے خلاف میدان کارزار میں اتر آئے اور کچھ اس طرح سے کہنے لگے کہ

برزخی عذاب ہر ہر ذرہ کو ہوتا رہے گا جو محسوس نہیں عذاب غیر محسوس غیر شعوری حقیقی عذاب ہو گا۔

(شفاالصدور صفحہ 105)

اس مقام پر ہم ایک طالب علمانہ حیثیت سے سوال کرنے کی جسارت کرنا چاہتے ہیں اگرچہ ہمارا یہ حقیقی سوال ان لوگوں کی نظروں میں تو بے ادبی و گستاخی پر ہی مبنی ہو گا لیکن ہم اپنی اس غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے انتہائی مودبانہ عرض گزار ہیں کہ

اگر میت کو عذاب محسوس ہی نہیں ہوتا تو پھر میت کو عذاب دینے کا مقصد کیا ہے؟ عذاب تو اسی لیے ہی دیا جاتا ہے تاکہ اس کو محسوس ہو اور شعور بھی ہو۔ دوسرا یہ کہ اگر یہ غیر محسوسی و شعوری عذاب ہے تو پھر میت کو زندہ کرنے کا کیا مقصد؟ حضرت نیلوی صاحبؒ نے ہی تو خود فرمایا تھا کہ میت صرف قبر کے عذاب و ثواب ہی کو محسوس کرنے کی قدر زندہ کیا جاتا ہے۔

(ندائے حق جلد ا صفحہ ۱۸)

=÷

مذکورہ شفاء الصدور کی عبارت کے تناظر میں نداء حق کی اس عبارت کا کیا حشر بنے گا؟ کیا ایک عبارت دوسری عبارت کو کھانے اور ہڑپ کرنے پر تلی ہوئی ہے یا نہیں؟ قارئین خود غور و فکر کر سکتے ہیں۔

(جاری)

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب

عقائد کے باب میں سختی اسلاف کا طرز عمل

ابو معمر قطیعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بہت ہی نرم مزاج نرم گفتار شخصیت تھے لیکن خلق قرآن کے مسئلہ پر قصر خلافت میں معتزلہ کو جواب دیتے ہوئے غصہ و جوش خطابت میں ان کی رگیں پھول گئیں اور آنکھوں سرخ انگارا بن گئیں اور وہ نرمی جو ان کا خاصہ تھی اب اس کا نام ونشان تک نہ تھا تو میں نے کہا اللہ دی قسم ان کا یہ غصہ محض اللہ کی رضا اور دین کی بقا کیلئے ہے اور میں نے ان سے کہا کہ آپ کو خوشخبری ہو کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج یہ تھا کہ دین کے متعلق جب ان سے کوئی بحث کرتا تو مارے غصہ و جوش کے ان کی آنکھوں ایسی پھول جاتی کہ گویا پلکیں ماتھے کو چھورہی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا کہ یہ کوئی مجنوں ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج9 ص150 ملخصا)

=÷

محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب (قسط:4)

قادیانیت کی گرتی دیوار کو غامدیت کا سہارہ

قارئین کرام! حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے بعد اب جناب ابن عربی رحمہ اللہ کی بابت غامدی صاحب کے شبہات اور انکے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

غامدی صاحب نے مشہور صوفی جناب ابن عربی رحمہ اللہ کی ایک عبارت کے حوالے سے مغالطہ دینے کی کوشش کی جسکا مقصد صرف مرزا قادیانی کا دفاع کرنا تھا، آیئے اب ذرا غامدی صاحب کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

"انہی میں ایک بہت جلیل القدر ہستی شیخ اکبر جنہیں کہا جاتا ہے یعنی ابن عربی جنہیں سب سے بڑا عالم سب سے بڑا صوفی سمجھا جاتا ہے اور سب کے سر ان کے سامنے جھکتے ہیں وہ فرماتے ہیں اور یہ ان کی کتاب ہے فتوحات بڑی کتاب ہے فتوحات مکیہ اور اس میں انہوں نے بیان کیا۔۔۔" چناچہ جو نبوت نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ختم ہوئی وہ محض تشریعی نبوت ہے (یعنی شریعت لانے والے نبی کی نبوت ، مرزا صاحب اس سے مختلف کہتے تھے؟ یہی تو کہتے تھے۔غامدی) چنانچہ جو نبوت نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ختم ہوئی وہ محض تشریعی نبوت ہے۔ نبوت کا مقام ابھی باقی ہے۔(کہتے ہیں۔غامدی) نبوت کے ختم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی نئی شریعت آکر نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شریعت کو نہ منسوخ کرے گی اور نہ آپ کے قانون میں کسی نئے قانون کا اضافہ کرے گی۔(یعنی نبوت کے ختم ہونے والی جو آیت ہے قرآن کی۔۔۔وہ کہتے ہیں یا حدیث میں جو یہ ذکر آیا ہے تو اسکا مطلب صرف اتنا ہے کہ اب نئی شریعت نہیں آئے گی مقام نبوت باقی ہے۔غامدی) نبوت ورسالت دونوں کے منقطع ہونے والی حدیث کا یہ مطلب ہے کہ میرے بعد نہ اب کوئی رسول آئے گا نہ نبی آئے گا۔(مزید اسکو واضح کرتے ہیں۔غامدی) یعنی حضور کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جس کی شریعت میری شریعت کیخلاف ہو بلکہ وہ جب ہوگا میری ہی شریعت کے پیرو ہوگا۔(بعینہ یہی بات کرتے ہیں

مرزا غلام احمد صاحب۔ کوئی یعنی اس معاملے میں کوئی ادنیٰ درجے کا اگلا قدم نہیں رکھا انہوں
نے وہ یہی بات کرتے ہیں وہ۔)

قارئین کرام! غامدی صاحب کا مؤقف تو آپ نے جان لیا اب ذرا ابن عربی رحمہ اللہ کی مکمل عبارات ملاحظہ فرمائیں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وجہ سے جس نبوت کا خاتمہ ہوا یہ تشریع والی نبوت ہے مقام نبوت نہیں۔ کوئی شریعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شریعت کے لیے ناسخ نہیں ہو سکتی اور اس حکم میں اس قانون میں کسی اور حکم اور قانون کا اضافہ بھی نہیں کر سکتی اور یہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس قول کا معنی: (کہ رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہیں۔ میرے بعد کوئی رسول نہیں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔) میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو گا جو ایسی شریعت پر ہو جس کی شریعت میری شریعت کے مخالف ہو سکتی ہے۔ بلکہ اگر وہ ہو گا تو میری ہی شریعت کے تابع ہو گا۔ کوئی ایسا رسول نہیں ہو گا اللہ کی مخلوق میں سے جو ایسی شریعت لے کر آئے جس کی طرف وہ لوگوں کو بلاتا ہو۔ یہ وہ چیز ہے جو ختم ہو گیئی اور اسکا دروازہ ختم کر دیا گیا۔

قارئین کرام یہاں تک بیان کرنے کے بعد حضرت آگے فرماتے ہیں کہ

نبوت کے مقام کا خاتمہ نہیں ہوا (حضرت نے یہ مقام نبوت والی بات کیوں بیان فرمائی اسکی وجہ وہ آگے یہ بیان کرتے ہیں کہ۔۔۔ ناقل) اس لیے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عیسیٰ نبی ہیں اور اللہ کے رسول ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام آخری زمانے میں حاکم کی حیثیت سے نازل ہونگے۔ عدل کیساتھ فیصلہ کرنے والے ہونگے۔ ہماری ہی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ کسی اور شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کریں گے اور نا ہی اس شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے جس شریعت کے مطابق وہ بنی اسرائیل میں عبادت کیا کرتے تھے۔

(فتوحات مکیہ جلد 3 صفہ 6)

=÷

قارئین کرام! اب آپ پر غامدی صاحب کی علمی خیانت واضح ہو گئی ہو گی کہ موصوف نے دانستہ طور پر ابن عربی رحمہ اللہ کی عبارت میں سے عیسیٰ علیہ سلام کے نزول کا ذکر چھپالیا تا کہ ان کے سامعین پر یہ حقیقت نہ کھلے کہ ابن عربی رحمہ اللہ مقام نبوت کے ختم نہ ہونے کی بات نزول عیسیٰ کی تمہید کے طور پر بیان فرمارہے ہیں۔
پھر غامدی صاحب مرزا قادیانی کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی بھی بعینہٖ یہی کچھ کہتا تھا اس سے مختلف کچھ نہ تھا۔۔ جبکہ مرزا قادیانی تو سرے سے ہی نزول عیسیٰ کا منکر ہے اور اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی میں امر و نہی کا بھی دعویدار ہے۔ حوالے کے لیے دیکھیے (روحانی خزائن جلد 17 صفہ 435 کتاب اربعین نمبر 4)
اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ابن عربی رحمہ اللہ بھی مرزا قادیانی کی طرح ایسا کوئی عقیدہ رکھتے تھے ؟ افسوس کہ غامدی صاحب مرزا قادیانی جیسے شخص کی وکالت میں اتنے آگے نکل گیے کہ انہیں صوفیاء کرام کی عبارات میں بھی خیانت سے کام لینا پڑ رہا ہے۔

(جاری)

"حیات" کا "معنی"

حضرت علامہ خالد محمود صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"زندہ اسے ہی کہتے ہیں جس کے بدن میں حیات ہو، خواہ دخول روح سے، خواہ اتصال روح سے، فقط روح کے زندہ ہونے سے کسی کو زندہ نہیں کہا جاتا، اس لئے کہ روح تو ہوتی ہی زندہ ہے، خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی، روح جہاں بھی ہو گی زندہ ہی ہو گی، پس کسی بھی شخصیت کے زندہ ہونے یا نہ ہونے کا معیار جسم ہے اور یہی زندگی کا محل ہے، جس کے بدن میں حیات ہو وہ زندہ ہے اور جس کی روح یا حیات اس کے بدن سے منقطع ہو وہ زندہ نہیں اور نہ اسے کوئی زندہ سمجھتا ہے"

("مقام حیات"، جلد:۱، ص:۳۲۳)

=÷=

محترم محمد ادیب چودھری صاحب

وہ جو کہتے ہیں کہ مغرب بڑا قانون پسند ہے

وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی کمزور نقطہ تلاش نہیں کر پاتے اور اسلام کو اپنے گھروں، محلوں، ملکوں میں پھیلتا دیکھتے ہیں تو حسد کے مارے اپنا سر کھجاتے اور چہرہ پیٹتے ہیں۔ جب اس سے بھی بات نہ بنے کبھی کارٹون بناتے ہیں تو کبھی کتابیں چھاپتے ہیں۔ یہ نفسیاتی اور ذہنی مفلوج لوگوں کا ٹولہ جب کبھی اپنی ہی عدالتوں میں پہنچا ہے اپنے ہی ججوں کے فیصلوں نے انکے منہ پر سیاہی ملی ہے۔

سیکولر ازم، الحاد ازم، لبرل ازم وغیرہ کی یہ بدنما شکلیں ہیں جنہیں سوائے اپنے شیطانی نفس کے کوئی روک ٹوک نہیں سکتا۔ یہ بداطوار لفنگے اسلام فوبیا اور ہولوکاسٹ کے سپورٹر ہوتے ہیں جنکا مقصد سوائے دنیا کے امن کو خراب کرنے کے اور کچھ نہیں ہوتا، یہی انکا ماضی اور یہی انکا آج ہے۔

پاکستان میں بھی "توہین آمیز آزادی اظہار رائے" کے دلدادہ پائے جاتے ہیں جو بظاہر تو توہین کے قائل نہیں ہونگے مگر نہ صرف ہوتے ہیں بلکہ 4 قدم بڑھ کے خود بھی توہین کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ انکی منافقت کا ثبوت تب آپ کو ملے گا جب اسلام پہ حملہ ہوتا ہے یا مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں ٹھیس پہنچتی ہے تو انکی گز گز لمبی زبانیں حلق سے بھی نیچے اتر جاتی ہیں۔ اس طبقے کا بس ایک ہی کام ہے مغرب کو جنت کا نمونہ بنا کر پیش کرنا تو آیئے "توہین آمیز آزادی اظہار رائے" کے نعرے کا ساتھ دینے والوں کو انکی اپنی مغربی عدالتوں کے قانون اور فیصلے دیکھاتے ہیں۔

EHCR Europe union court for human right

آزادیٔ اظہار کے نام پر پیغمبر اسلام محمد بن عبداللہ رسول اللہ علیہ سلام کی توہین کرنے والی ایک آسٹریائی عورت کو ویانا کی عدالت نے 2011 میں 480 یورو جرمانہ عائد کیا تھا۔ مجرمہ عورت نے آزادی اظہار رائے کو اپنا ہتھیار بناتے ہوئے آسٹریا کی اپیل کورٹ میں درخواست دی، اس کورٹ نے بھی یہ سزا بحال رکھی۔ بعدازاں یہ کیس 2013 میں سپریم کورٹ میں داخل ہوا۔ عدالت عالیہ نے بھی آزادی اظہار کے نام پر توہین کیخلاف سابقہ عدالتوں کا فیصلہ برقرار رکھتے ہوئے اس کیس کو خارج کر دیا۔ بعدازاں یہ کیس یورپی یونین کورٹ برائے انسانی

حقوق کے 7 رکنی پینل کے سامنے چلا گیا۔ اس عدالت نے بھی 25 اکتوبر کو سنائے جانے والے فیصلے میں مجرمہ عورت کے خلاف فیصلہ دیا۔ عدالت کے الفاظ یہ تھے

"آزادئ اظہار کی بات کہہ کر پیغمبر اسلام کی توہین کرنے سے تعصب کو ہوا مل سکتی ہے اور اس سے مذہبی امن و امان کو خطرہ بھی لاحق ہو سکتا ہے لہذا ضروری ہے کہ اس طرح کی کوششوں سے بچا جائے"۔

ڈنمارک کے کریمنل کوڈ کے سیکشن 140 کے مطابق

"ہر وہ شخص جو ملک میں قانونی طور پر مقیم کسی فرد یا کمیونٹی کے مذہب یا عبادات اور دیگر مقدس علامات کی تضحیک کرے گا، اسے زیادہ سے زیادہ چار ماہ کی قید یا جرمانہ کی سزا دی جاسکے گی۔"

غور طلب امر یہ ہے کہ جیلانڈ پوسٹن نامی اخبار اور اس کے ایڈیٹر کو اس قانون سے کیوں بالاتر رکھا جارہا ہے؟ ایسے ہی ڈنمارک ہی کے پینل کوڈ کے سیکشن 266 بی کے مطابق

" ایسا کوئی بھی بیان یا سرگرمیاں جرم ہیں، جو کسی بھی کمیونٹی کے افراد کے لئے رنگ، نسل، قومیت، مذہب یا جنس کے حوالے سے دل آزار ہوں۔"

ڈنمارک کے یہ اخبارات وجرائد اس دفعہ کی خلاف ورزی کے بھی مرتکب ہوئے ہیں لیکن یہاں بھی قانون کو حرکت میں نہیں لایا جارہا۔

مزید برآں ڈنمارک کے آئین میں آزادئ اظہار کے حوالے سے سیکشن 77 کی رو سے

"ہر شخص کو اپنے خیالات کے اظہار اور اُنہیں چھاپنے کی مکمل آزادی ہے لیکن وہ اپنے خیالات کے حوالے سے 'کورٹ آف جسٹس' کو ضرور جواب دہ ہے۔"

اگر ان اخبارات کی اس حرکت کو آزادئ اظہار کے زمرے میں لانے کو بھی بفرضِ محال تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس 'کورٹ آف جسٹس' نے دنیا بھر کے مظاہروں کے بعد ان اخبارات سے کسی جواب طلبی سے تاوقت کیوں گریز کیا ہے؟

یورپی کنونشن کا چارٹر (مجریہ 1950، روم) کی رو سے

"آزادئ خیالات کے ان حقوق پر معاشرے میں موجود قوانین کے دائرہ کار کے اندر ہی عمل کرنا ہو گا تاکہ یہ آزادیاں کسی دوسرے فرد یا کمیونٹی کے تحفظ، امن وامان اور دیگر افراد یا کمیونٹی

کے حقوق اور آزادیوں کو سلب کرنے کا ذریعہ نہ بنیں۔"

مزید برآں اسی چارٹر کے سیکشن 1 آرٹیکل 10 کی شق اول و دوم میں یہ بھی درج ہے کہ

"آزادیٔ اظہار کے حوالے سے ملکی قوانین پامال نہیں کئے جائیں گے تاکہ جمہوری روایات علاقائی سلامتی، قومی مفادات، دوسروں کے حقوق کی پاسداری اور باہمی اعتماد کو نقصان نہ پہنچے۔ آزادیٔ اظہار کا حق نہایت حزم واحتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ استعمال کیا جانا چاہئے۔ اس کے ذریعے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ملک میں معاشرے کی اخلاقی اقدار، دوسروں کی عزتِ نفس اور ان کے بنیادی حقوق کو گزند پہنچائے۔"

آزادیٔ اظہار کا یہ حق 'انٹرنیشنل کنونشن آن سول اینڈ پولیٹکل رائٹس'ICCPR کے ذریعے بھی محدود کردیا گیا ہے۔ یورپی یونین کی ہیومن رائٹس کی اعلیٰ ترین عدلیہ نے سال 1996ء میں ایک ایسی فلم کیخلاف فیصلہ دیا تھا جس میں سیدنا عیسی علیہ سلام کی توہین کا پہلو نکلتا تھا۔ یہ فلم برطانوی فلمی بورڈ کی جانب سے سنسر کردی گئی تھی جسکے بعد پروڈیوسر نے یہ کیس برطانوی اعلی عدلیہ "ہاؤس آف لارڈ" میں اپیل کردی لیکن اس عدالت کے لبرل جج اسکارمین نے ان الفاظ کے ساتھ اس فلم کے خلاف فیصلہ دیا۔

"توہین مسیح کا قانون برطانیہ کے لیے ناگزیر ہے"

اسکے بعد یہ پروڈیوسر حقوق انسانی کی اعلی عدالت میں معاملے کو لے گیا لیکن اس عدالت نے بھی سابقہ فیصلوں کو برقرار رکھا اور فلم کی نمائش پر پابندی قائم رکھی۔ اس عدالت نے توہین مسیح قانون کو حقوق انسانی کے تحفظ کا ضامن قرار دیا تھا۔

لیکن نہ جانے جب بات حصرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آتی ہے تو یہ قوانین اور مغربی انصاف پسند عدالتیں چپ سادھ لیتی ہیں۔ ہیومن رائٹس کمیشن کے ایک مشہور کیس FaurissonVSFrance کا عدالتی فیصلہ ملاحظہ ہو:

"ایسے بیانات پر جو یہودیت دشمن جذبات کو ابھارے یا انہیں تقویت دیں، پابندیوں کی اجازت ہوگی تاکہ یہودی آبادیوں کے مذہبی منافرت سے تحفظ کے حق کو بالادست بنایا جاسکے۔"

=÷=

روزنامہ نوائے وقت لاہور میں شائع ہونے والے مضمون 'یورپ اور توہین انبیا' میں مجاہد ناموسِ رسالتؐ جناب محمد اسمٰعیل قریشی لکھتے ہیں:

"یورپ کی عیسائی اور نام نہاد سیکولر حکومتوں کا شروع سے یہ عجیب وغریب دوہرا معیار رہا ہے کہ اپنے ملکوں میں تو توہین مسیح کے جرم کی سنگین سزا، سزاے موت نافذ رہی ہے جو اب بھی عمر قید کی صورت میں موجود ہے لیکن وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان یا دوسرے مسلمان ملکوں میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی سزا کا سرے سے وجود ہی نہ رہے کیونکہ اس سے عیسائی اور دیگر اقلیتوں کے انسانی حقوق مجروح ہوتے ہیں۔"

یہ بھی پڑھتے جایئے کہ بعض یورپی ممالک میں یہودی ہولوکاسٹ کی توہین کی سزا 20 سال تک قید رکھی گئی ہے لیکن مجال ہے کہ یہودی قوم کو تحفظ دینے والے ان ملکوں نے کبھی مسلمانوں کو بھی عزت دی ہو۔

برطانیہ میں حضرت عیسیٰ کی توہین پر موت کی سزا موجود ہے اور اس سزا کو عالمی عدالتِ انصاف بھی مختلف موقعوں پر تسلیم کرچکی ہے۔ حضرت عیسیٰ کی توہین کا ایک کیس آسٹریا میں بھی 1990ء میں زیر سماعت لایا گیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قانون دیگر مغربی ممالک میں بھی موجود ہے۔ اس کیس 'اوٹو پریم نگر انسٹیٹیوٹ بنام آسٹریا' کے فیصلہ میں عدالت نے تحریر کیا کہ

"دفعہ 9 کے تحت مذہبی جذبات کے احترام کی جو ضمانت فراہم کی گئی ہے، اس کے مطابق کسی بھی مذہب کی توہین پر مبنی اشتعال انگیز بیانات کو بدنیتی اور مجرمانہ خلاف ورزی قرار دیا جاسکتا ہے۔ جمہوری معاشرے کے اوصاف میں یہ وصف بھی شامل ہے کہ اس نوعیت کے بیانات، اقوال یا افعال کو تحمل، بردباری اور برداشت کی روح کے منافی خیال کیا جائے اور دوسروں کے مذہبی عقائد کے احترام کو صد فی صد یقینی بنایا جائے۔"

1989ء میں ایک فلم Visions of Ecstasy کو برطانوی سنسر بورڈ نے اس بنیاد پر نمائش سے روک دیا کیونکہ اس میں چرچ کی توہین پائی جاتی تھی۔ حالانکہ بعد ازاں وہ یہ ثابت نہیں کرسکے کہ اس میں توہین آمیز اور قابل اعتراض چیزیں کہاں پائی جاتی ہیں؟

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

اس واقعہ میں ہمہ قسم کے نسلی امتیاز (یا تعصّبات) کے خاتمے پر عالمی کنونشن 'ICERD' کی بھی صریحاً خلاف ورزی کی گئی ہے۔ جس کی رو سے نسلی برتری، نفرت انگیز تقاریر اور نسلی تعصب کو ابھارنے کے عمل کو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔ اور اقوام متحدہ پر لازم ہے کہ اس قسم کے قابل تعزیر اقدامات کے ذمہ داروں کو قرارِ واقعی سزا دے۔

چلیے توہین سے منسوب جرائم روکنے کے لیے چند دیگر قوانین پر بھی نظر کرتے چلتے ہیں تاکہ ہمارے لیے یہ فیصلہ آسان ہو سکے کہ صرف قانون، انصاف اور انسانیت کے ٹھیکیدار ان ملکوں نے صرف اسلام کے بارے کیسی دورنگی اختیار کی ہوئی ہے۔

جرمنی میں نازی swastikas اور سالوٹ خلاف قانون ہے، اسی طرح وہاں ہولوکاسٹ کا انکار بھی قابل سزا جرم ہے۔

§130 Incitement to harted (1985 Revised 1992, 2002, 2005, 2015)

(4) whoever publicly or in a meeting disturbs the public peace in a manner which violates the dignity of the victims by approving of, gloryfying or justifying national socialist tyranny and arbitrary rule incurs a penalty of imprisonment for a term not exceeding three years or a fine.

یہ صرف جرمنی میں نہیں بلکہ اسی طرح ہالوکاسٹ کا انکار دیگر کئی یورپی ممالک میں خلاف قانون ہے جیسے کے آسٹریا، بیلجیئم، فرانس اور یونان۔

اسی طرح کئی ممالک میں عدالت یا جج کی توہین خلاف قانون ہے جیسے انگلستان کے Contempt of court Act (1981) یہ جرم ہے:

‘wilfully insult the justice or justices, any witness before or officer of the court or any solicitor or counsel having business in the court, during his or their sitting or

=÷=

attendance in court or in going to or returning from the court; or...otherwise misbehaves in court'.

اسی طرح ملکی جھنڈے کی بے حرمتی بھی یورپ کے کئی ممالک میں جرم ہے جیسے کہ فرانس کے Section4 : De l'outrage (Articles 433-5 à 433-5-1) کے تحت ملکی جھنڈے یا قومی ترانے کی بے حرمتی پر مجرم کو 7,500€ جرمانے اور 6 مہینے قید کی سزا دیتا ہے۔ یہ صرف فرانس میں نہیں بلکہ ایسے ہی قانون دیگر مغربی ممالک میں ہیں جیسے کے جرمنی۔

کئی مغربی ممالک میں بادشاہ اور ملکہ کی توہین جرم ہے جیسے کہ Netherlands جہاں lese majeste law کے تحت بادشاہ کی توہین قید اور جرمانے کی سزا متعین کرتی ہے، ایسے ہی قانون برطانیہ اور دیگر ممالک میں بھی ہیں۔بلکہ برطانیہ میں یہ مطالبہ کرنا کہ بادشاہت کا مکمل خاتمہ ہونا چاہیے The Treason Felony Act 1848 Section 3 کے تحت جرم ہے۔

کیا یہ سب "آزادی اظہار رائے" میں نہیں آتا کہ لوگ بادشاہت کے خاتمے کی بات کریں اور تم اٹھا کے جیلوں میں ڈال دو یا صرف آزادی اظہار رائے صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کی مقدس ہستی، فخر دو عالم رسول، ہادی دو عالم محترم محمد الرسول اللہ علیہ سلام کی تصاویر بناؤ، دیواروں پہ چسپاں کرو، شکلیں بگاڑو اور اسے رائے کی آزادی کا نام دو لیکن پھر جب رد عمل آئے تو اسے دہشت گردی اور شدت پسندی سے ہانکنے لگو۔

ایسے معاشرے جہاں مذاہب کی بنیاد پر تفریق ممنوع ہے، وہاں اسلام کو نظر انداز کر کے دیگر مذاہب کو یہ تقدس عطا کرنا بذاتِ خود قابل مؤاخذہ اور مذہبی امتیاز کا مظہر ہے۔ یہ مغرب کی اس منافقت کا پول کھولتا ہے جو آئے روز مذہبی مساوات کا دعویٰ کرتی اور مسلم ممالک کو اس کا درس دیتی رہتی ہے۔ بالخصوص اس وقت جب جمہوری اُصولوں کی دعویدار حکومتیں اس حقیقت کے علیٰ الرغم اس زیادتی کا ارتکاب کریں کہ یہ دنیا میں پائے جانے والے ڈیڑھ ارب یعنی دنیا بھر کی چوتھائی آبادی کے مذہبی جذبات کا تمسخر اُڑانا ہے۔

=÷=

محترم ابو سعد لئیق رحمانی صاحب حفظہ اللہ

مولانا ناصر رامپوری مصباحی کا "انکارِ بریلویت" اور متشدد رضاخانیوں کے مغالطے کا جواب

(رضاخانی اصولوں کی روشنی میں)

اس وقت بریلوی جماعت کے ایک معتدل مزاج عالم، مولانا ناصر رامپوری مصباحی نے بریلوی علماء و مناظرین کی ناک میں دم کر رکھا ہے، موصوف نے حسام الحرمین اور "تکفیری ٹولے" کا جینا حرام کر دیا ہے، منہ چھپانے کے قابل نہیں چھوڑا۔

ایسے میں رضاخانی فیس بکی مناظرین کی حالت قابل دید ہے بیچارے بوکھلاہٹ میں آپا کھو چکے ہیں۔ اور بجائے اپنی جماعت کے اس مولانا مذکور سے الجھنے کے ہم سے الجھ رہے ہیں جبکہ ہمارا قصور فقط اتنا ہے کہ ہم نے مولانا ناصر صاحب کو "معتدل بریلوی" کہہ دیا ہے۔

حالانکہ مولانا ناصر صاحب کو ہم نے اپنی طرف سے بریلوی نہیں کہا، بلکہ رضاخانی اصولوں کی روشنی میں کہا ہے اور رضاخانی اصولوں سے ناصر صاحب فقط بریلوی ہی نہیں بلکہ "کٹر بریلوی" ثابت ہوتے ہیں۔

اصول ملاحظہ فرمائیں:

رضاخانی علامہ حسن علی رضوی لکھتے ہیں:

> "بھلا جس پیر کے مولوی رشید احمد گنگوہی سے تعلقات ہوں یا جو شخص گنگوہی صاحب سے پڑھے یا مولوی گنگوہی صاحب سے پڑھے ہوئے مولوی حسین علی واں بھچراں سے پڑھے وہ سنّی بریلوی کب ہو گا؟"
>
> (محاسبہ سدیوبندیت: جلد 1، ص406)

اس عبارت کا سیدھا مطلب یہ بنے گا کہ

جس پیر کے مولانا گنگوہی سے تعلقات ہوں یا جو شخص مولانا گنگوہی سے پڑھے یا مولانا گنگوہی سے پڑھے ہوئے مولانا حسین علی واں بھچراں سے پڑھے وہ دیوبندی ہی ہو گا۔

یہی بات رضاخانی علامہ مظفر شاہ قادری کیبنٹ نے بھی "کشف القناع" میں لکھی ہے کہ:

=÷=

”مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے، عربی تعلیم عبدالحق ندوی صاحب سے حاصل کی.... اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے“

(کشف القناع جلد اول: ص215,214)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا دیوبندی علماء سے محض پڑھ لینا اس کے دیوبندی بلکہ ... ”کٹر دیوبندی“ ہونے کی دلیل ہے۔ تو لہذا اب اسی اصول پر ہم کہتے ہیں کہ ناصر رامپوری نے بریلوی مدرسہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں بریلوی فرقہ سے وابستہ علماء سے تعلیم حاصل کی ہے، لہٰذا اصول مذکورہ کی روشنی میں وہ فقط بریلوی نہیں کٹر بریلوی ہے۔ اب رضاخانیوں کو چاہئے کہ ناصر صاحب کو ”کٹر بریلوی“ تسلیم کریں یا اپنے ان اصول گھڑنے والے مولویوں کو لات ماریں۔ مگر چونکہ رضاخانی اور دجل و فریب لازم ملزوم ہیں، سو اپنا اصول تسلیم بھی نہیں کریں گے اپنے مولویوں کو لات بھی نہیں ماریں گے، دجل و فریب کا سہارا لیں گے۔ چنانچہ یہاں یہ فریب دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ناصر صاحب نے خود اپنے بریلوی ہونے کا انکار کیا ہے لہٰذا وہ بریلوی نہیں۔

جواباً عرض ہے کہ بالفرض ناصر صاحب نے اپنے بریلوی ہونے کا انکار کیا بھی ہو تو رضاخانی اصول کے مطابق ان کو بریلویت سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ مسلک بریلویت کے منکر نہیں بلکہ لفظ ”بریلوی“ کے اطلاق کے منکر ہیں اور لفظ بریلوی کا اطلاق علماء بریلویہ میں مختلف فیہ ہے، اس سلسلہ میں چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

”پروفیسر مسعود احمد علیہ الرحمہ نے (لفظ بریلوی کو) غیروں کا دیا ہوا لفظ تسلیم کیا ہے“

(امتیاز اہلسنت: ص144)

رضاخانی خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں:

”نہ اہل سنت کو ”بریلوی“ کہنے کہلانے سے میری دل چسپی۔ غیروں نے ایک خاص مقصد اور منصوبے کے تحت اہلسنت کو ”بریلوی“ یا ”رضاخانی“ کہنا شروع کیا ہے۔ ہم ان کے معاون کیوں بنیں؟“ (تجلیات رضا، صدر العلما محدث بریلوی نمبر ص:45، 2007)

(بحوالہ: امیتاز اہل سنت: ص144)

بریلوی علامہ ارشد القادری کے پوتے خوشتر نورانی بریلوی کا رسالہ ”جام نور“ فروری 2006 کے شمارے میں لکھا ہے:

=÷=

”لفظ ”بریلوی“ کی آڑ میں دشمن کی طرف سے ہمیں نیا فرقہ قرار دینے کی کوشش نہ بھی ہوتی تو بھی یہ لفظ جماعت کے لئے سم قاتل ہے، یہ لفظ سواد اعظم اہلسنت کی تفریق کا باعث بن رہا ہے۔ جن لوگوں کے خاندان ہمیشہ سے گمنام رہے، وہ لوگ تو اس لفظ پر ناز کرنے لگے، لیکن جن ”سنی خانوادوں“ میں قیادت و سیادت صدیوں سے چلی آتی ہے، انہوں نے یہ تمغہ قبول کرنے سے انکار کر دیا“

(بحوالہ: امتیاز اہل سنت: ص85)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ علماء بریلویہ کا ایک طبقہ اپنی جماعت پر لفظ ”بریلوی“ کا اطلاق پسند نہیں کرتا اور اسے غیروں کا دیا ہوا لفظ قرار دیتا ہے۔ مگر اس کے برعکس رضاخانی شیخ الاسلام مدنی میاں اشرفی کچھوچھوی لکھتے ہیں:

”اب کوئی اشاعرہ سے ہو یا ماتریدیہ سے، حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو یا حنبلی، اگر وہ صحیح طور پر معمولات اہلسنت کا حامل ہے تو حمایت اہلسنت کی روشنی میں بریلوی ہے۔ اب بریلوی ہونے کے لئے فاضل بریلوی کی ذات گرامی تک کسی سلسلۂ علمی یا سلسلۂ نسبی یا سلسلۂ بیعت و ارادت کا پہنچنا یا شہر بریلوی میں مقیم رہنا ضروری نہیں رہ گیا۔ اسی لیے تو ایسوں کو بھی بریلوی کہا جاتا ہے جس نے عمر بھر بریلی شریف کو خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ جس کا علمی یا نسبی یا کسی دوسری طرح کا کوئی سلسلہ فاضل بریلوی تک نہیں پہنچا بلکہ جہاں فاضل بریلوی کی آواز تک نہیں پہنچی، اس اصطلاح نے بریلویت کو وہاں تک پہنچا دیا....“ (ماہنامہ حجاز جدید نئی دہلی ستمبر، اکتوبر 1989 بدلتے زاویے ص5/4)

(بحوالہ: امتیاز اہل سنت: ص149)

مدنی میاں کا یہ جملہ خاص طور پر ذہن میں رکھیں کہ: ”اگر وہ صحیح طور پر معمولات اہلسنت کا حامل ہے تو حمایت اہلسنت کی روشنی میں بریلوی ہے“ پس اس اصول سے ناصر رامپوری صاحب معمولات بریلویہ کے حامل ہونے کی وجہ سے حمایت بریلویہ کی روشنی میں بریلوی ہیں اور موصوف کا بریلوی کہلانے سے انکار کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ممکنہ اعتراض کا جواب

یہاں کچھ رضاخانی یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ ناصر رامپوری علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کرتا اس لیے ہم اس کو بریلوی

نہیں مانتے۔ تو اس پر ہمارا جواب یہ ہے کہ، جناب من! علماء دیوبندی کی تکفیر تو تمہارے بہت سے اکابر علماء و بزرگوں نے بھی نہیں کی مثلاً:

مولانا عبد الباری فرنگی محلی جبکہ حفظ الایمان کی عبارت خود خان صاحب بریلوی نے ان کو دکھائی پھر بھی انھوں نے تکفیر نہیں کی پھر بھی تم ان کو اپنا بزرگ مانتے ہو۔

اسی طرح مولانا ابوالحسن زید فاروقی بھی تکفیر نہیں کرتے جبکہ علماء دیوبند کی عبارات ان کے سامنے تھیں پھر بھی تم نے ان کو اپنا علامۃ الدھر، شیخ الاسلام، امام عصر وغیرہ بنایا ہوا ہے۔

علماء دیوبند کی تکفیر تو پیر مہر علی شاہ گولڑوی بھی نہیں کرتے جبکہ حسام الحرمین انھوں نے دیکھی بھی تھی پھر بھی تم نے ان کو اپنا اعلیٰ حضرت بنایا ہوا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی علماء دیوبند کی تکفیر نہ بھی کرے اور صرف عقائد یا معمولات میں تمہارے ساتھ اتفاق رکھے تب بھی تم اس کو بریلوی مانتے ہو تو ناصر رامپوری سے گریز کیوں؟

=÷

طاہر گل دیوبندی

امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور لقب "صفدر"

امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"میں دار العلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھا۔ میں ایک روز کسی وجہ سے کچھ تاخیر سے جماعت میں حاضر ہوا اور طلباء کی صفوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اپنی جگہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میرے استاد محترم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے یوں جلدی جلدی آتے دیکھا تو فوراً بول اٹھے صفدر آرہا ہے! تمام طلباء نیا نام سن کر مسکرا پڑے تو شیخ العرب والعجمؒ نے فرمایا یہ ہی صفدر ہے جو ان شاء اللہ حق و باطل کی صفوں میں تمیز کرے گا"

سبحان اللہ! کیسا سہانا وقت تھا اور کتنی مقبولیت کی گھڑی تھی کہ آپ کے استاد محترم کے زبان مبارک سے نکلا ہوا لفظ اللہ کی بارگاہ میں ایسا قبول ہوا کہ آپ زندگی بھر حق و باطل کی صفوں میں تمیز کرتے رہے۔ تمام فرق باطلہ کے عقائد باطلہ کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا علمی انداز میں رد کرتے رہے۔ بقول آپ کے

"عزیز طلباء! میں نے جو مکھی لڑائی لڑی ہے یعنی جس جہت سے دین اسلام پر حملہ ہوا ہے میں نے بحمد للہ تعالیٰ اس کا بھرپور جواب دیا ہے۔"

(بشکریہ ہفت روزہ وزارت اخبار کا امام اہل سنت نمبر)

یہی بات ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مضمون میں نقل کی جو مجلہ صفدر کے اشاعت خاص بنام "امام اہل سنت نمبر" میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے علوم سے مستفید فرمائے

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

=÷

شرائط و ضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

واٹس ایپ رابطہ نمبر: 03428970409